یا معین ہو الکل

ادبنی ربی فاحسن تادیبی

آداب مرشد

جسمیں

عقلی و نقلی دلائل سے مرشد کی ضرورت

اور اس کے آداب سے بحث کیگئی ہے

جامع

محمد عبد الغفور عابدی

مطبوعہ

عماد پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

قیمت ۔ ۸/

بار اول

یہ رسالہ حسب فرمایش حضرت مولانا محمد اشرف صاحب کشفی شاہ نظامی نائب سلسلہ نظامیہ برہما رنگون چھپکر شایع ہوا

تمہید

میں اپنے مصنفہ رسالہ "آداب مرشد" کو جس میں اسلامی
طریقے پر اُستاد اور مرشد کے آداب قلمبند کئے گئے ہیں اور
جس کی ضرورتِ زمانہ نے بھی محسوس کر لی ہے۔
نظامیہ سلسلہ کے علم بردار حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب
ادام اللہ فیوضہ کے اسمِ گرامی سے اس فیضِ باطنی کے اثر سے جو مجھے
حضرت کی ذاتِ گرامی سے وابستہ ہے معنون کرتا ہوں جنکی
مقدس ذات موجودہ زمانہ کے قدیم و جدید خیال والوں کیلئے روحانی
تسلی و تسکین کا باعث ہوئی ہے اور جنھوں نے روحانیات کی اشاعت
میں اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔

سگ دربان نظامی
عابدی شاہ

۱۰ محرم سنہ ۱۳۴۱ھ
حیدرآباد دکن

مُرشد کی ضرورت اور آداب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

از مصور فطرت سیدی مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی مدظلہ

برادر طریقت مولوی محمد عبد الغفور صاحب نقشبندی عابدی ساکن حیدرآباد دکن بہت نیک خیال شخص ہیں۔ تعلقات معیشت سے اُن کو جس قدر فرصت ملتی ہے وہ بیکار نہیں کھوتے بلکہ خدمتِ دین وملّت میں اُس کو خرچ کرتے ہیں۔

مجھ سے ان کی ملاقات برسوں کی ہے میں جب حیدرآباد جاتا ہوں وہ اکثر مجھ سے ملنے آتے ہیں۔

تصوّف و اہل تصوّف کی نسبت انھوں نے بہت سے رسائل لکھے ہیں ماہوار پرچوں میں بھی ان کے مضامین شایع ہوا کرتے ہیں۔ قادیانی عقاید کے خلاف بھی وہ بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔

اب حال میں انھوں نے یہ رسالہ مرشد کی ضرورت اور آداب کے نام سے مرتب کیا ہے میں نے اِس کو پڑھا۔ اِس مضمون پر عربی فارسی اُردو میں بہت سی تحریریں موجود ہیں

مگر غالباً ایسی مخصوص وضع کی کوئی کتاب یا تحریر نہ ہوگی جیسی کہ یہ ہے کیونکہ اس میں ہر آداب کی تلقین کے ساتھ اس کا ثبوت نص صحیح یا قول معتبر سے دیا گیا ہے اور یہی وہ خصوصیت اہم ہے جس کی وجہ سے میں عابدی صاحب کی اس محنت کی تہ دل سے داد دیتا ہوں۔

مرشد کی ضرورت اس نئی روشنی کے زمانہ میں ایک ایسا مضمون ہے جس کو بہت زیادہ وضاحت سے لکھنا چاہیئے کیونکہ موجودہ دور عقل اور فلسفہ اور مادیات کا ہے جس کو روحانیت اور آنکھوں سے اوجھل باتوں پر یقین نہیں آتا۔ اسواسطے وہ پیری مریدی کو ایک فضول چیز تصور کرتا ہے۔

پس جو لوگ پیری مریدی کی ضرورت ثابت کرنی چاہئیں اُن کو منقولات سے زیادہ معقولات اور قرینِ عقل استدلال پیش کرنے کی ضرورت ہے عابدی صاحب نے اس ضرورت کو پیش نظر رکھا تو ہے مگر اس مختصر رسالہ میں کماحقہٗ وہ زور پیدا نہ کر سکے جو اس مبحث کے لئے ضروری تھا۔

اس دنیا میں زندگی کا کوئی کام بغیر رہنما کے نہیں ہو سکتا۔ اور انسان کی تمام ضرورتیں کسی کی اطاعت کرنے سے پوری ہوتی ہیں۔ بچے۔ ماں۔ باپ۔ کی اطاعت کرتے ہیں۔ عورتیں شوہروں کی اطاعت کرتی ہیں شاگرد اُستادوں کے مطیع ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک چپراسی سررشتہ دار کا تابعدار اور وہ تحصیلدار کا حکم بردار اور وہ حاکم ضلع کا اور حاکم ضلع حاکم کمشنری کا اور حاکم کمشنری حاکم صوبہ کا اور حاکم صوبہ حاکم ملک کا اور حاکم ملک بادشاہ کا تابع فرمان ہوتا ہے۔

امور مذہب میں بھی لوگوں کو ایک مفتی کی تقلید کرنی پڑتی ہے اگر سب لوگ عالم ہو جائیں تب بھی ایک شخص کو دوسرے پر برتری حاصل ہونی ضروری ہے اور اس کی رہبری اور رہنمائی

کا محتاج ہر ایک کو رہنا پڑے گا۔
کچہریوں میں اہلِ مقدمہ کے رہنما وکیل ہوتے ہیں گو اہلِ مقدمہ قانون سے کتنے ہی واقف ہوں پھر بھی ان کو وکیل کرنیکی ضرورت پڑتی ہے۔
مریضوں کا رہبر طبیب ہوتا ہے اگر کوئی بڑا طبیب بیمار ہو جائے تو وہ اپنا علاج خود نہیں کرتا بلکہ کسی دوسرے طبیب کو معالج قرار دیتا ہے۔
غرض دنیا میں زندگی کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں چند افراد ایک مردِ خاص کی اطاعت و پیروی سے اپنا کام چلانے پر مجبور نہ ہوں۔
اور آج کل سیاسی تحریکوں میں تو عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ عوام ایک لیڈر کے پیرو ہوتے ہیں۔
اِن سب مثالوں سے ثابت ہوا کہ انسان قدرتاً اور فطرتاً ایک رہنما کا محتاج ہے معاملہ دنیا کا ہو یا دین کا کسی نہ کسی رہبر کی ضرورت آدمی کو ضرور پیش آتی ہے۔
پیر بھی اسی قسم کا ایک لیڈر ہوتا ہے ایک مفتی ہوتا ہے ایک اُستاد ہوتا ہے ایک طبیب ہوتا ہے ایک وکیل ہوتا ہے اور ماں باپ کی سی شخصیت بھی اُس کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ پیر ذاتِ الٰہی کا خلیفہ اور قایم مقام ہوتا ہے۔ پس جس طرح خدا کی ذات انسانی ضروریات کے ہر حصہ کی کفیل و کارساز ہے اسی طرح اس کا خلیفہ ذاتِ الٰہی کی قایم مقامی کے لحاظ سے خدا کے بندوں کی تمام ضرورتوں کا کفیل و نگران سمجھا جاتا ہے۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے مرشدِ اعظم تھے اور دنیا میں جس قدر پیر گزرے ہیں اور جس قدر موجود ہیں اور جس قدر آئندہ آنے والے ہیں وہ سب قایم مقام اور نمائندے رسالتِ محمدیہ کے تھے اور ہیں اور ہوں گے ذاتِ محمدی ہم سب

مسلمانوں کی مطاع اور رہنما تھی۔ لہذا اِن کے نمائندے بھی اپنے ماتحت مسلمانوں کے مطاع اور رہنما ہونے ضروری ہیں۔

جب یہ تسلیم کر لیا جاے کہ انسان کو اُمور دین و دنیا کیلئے ایک پیشوا ضروری ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ پیر کی ضرورت بھی لازمی ہے۔ کیونکہ وہ مجموعی صفات اپنے اندر رکھتا ہے اور مریدوں کو قایم مقامِ خلافتِ آلہی اور نمایندہ رسالت پناہی کی حیثیت میں دین دنیا کا راستہ بتاتا ہے اگر ہم دنیا میں ایک مرکزی طاقت قایم کر کے زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہم کو کسی نہ کسی پیر کا مرید ہونا ضروری ہے تاکہ مرکز اطاعت کے ماتحت اپنی زندگی کو باقاعدہ بسر کر سکیں۔

قرآن شریف میں اسی مرکزیت کے لئے جگہ جگہ تاکید پائی جاتی ہے مثلاً فرمایا واعتصموا بحبل اللہِ جمیعًا اللہ کی رسی کو سب کے سب مضبوط پکڑ لو اور فرمایا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولوالامر منکم اللہ کی اطاعت کرو۔ رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں صاحب امر ہوں۔

صاحب امر کا اطلاق عمومی ہے۔ بادشاہوں پر بھی صادق آتا ہے۔ ماں۔ باپ۔ پیر پر بھی استادوں پر بھی آقاؤں پر بھی۔ شوہروں پر بھی اور خصوصیت کے ساتھ پیروں پر بھی۔ کیونکہ وہ اپنے اندر بادشاہ۔ مفتی۔ ماں باپ اُستاد وغیرہ کی مجموعی صفات رکھتے ہیں

پس جب ہم مرشد اور پیر کی ضرورت کو تسلیم کر لیں گے تو ہم پر اس کے آداب وعظمت کا قانون بھی نافذ ہو جاے گا اور اسی کو عابدی شاہ صاحب نے اس رسالہ میں بیان کیا ہے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ رسالہ مؤلف کے حسب منشا ناظرین کو مفید ہوگا اور وہ

اِس کے مطالعہ سے اپنی اطاعت کے مرکز کو درست کر سکیں گے۔
اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے اور یہ محنت اس کی بارگاہ میں قبول ہو۔ آمین

حسن نظامی

دہلی۔ درگاہِ حضرت محبوب الٰہی رض
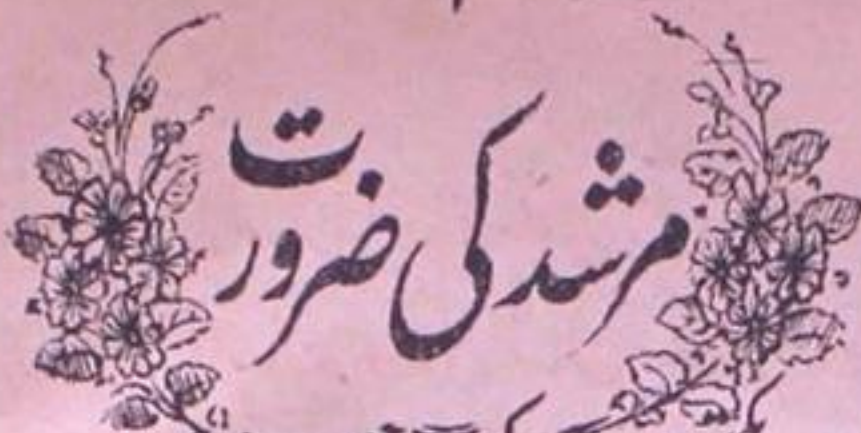
مرشد کی ضرورت

دنیا کی ہر چیز جو ہم دیکھتے ہیں اُس کے دو حصے ہیں۔

(۱) ظاہر (۲) باطن

ظاہری حصص کے علم سے صرف ظواہر ہی پر عبور ہوتا ہے باطن پر نظر نہیں پڑتی اور جب تک باطنی حصہ پر عبور نہو قدرت کی مخفی حکمتوں کا انکشاف نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص مناظر قدرت اور مظاہر عالم کو دیکھتا ہے لیکن کتنے ایسے ہیں جو ان مناظر و مظاہر کی پوشیدہ طاقتوں کا پتہ لگاتے ہیں۔ ہم کبھی کبھی بجلی کوندتے اور بادل گرجتے دیکھتے ہیں۔ لیکن ہم میں سے کتنے لوگوں نے اِن کے حقایق اور مخفی آثار سے روشنی حاصل کی ہے۔ مشاہیر میں سے چند ہی ایسے لوگ نکلتے ہیں جو اِن منازل تک پہنچتے ہیں ذٰلِکَ فضلُ اللہ یُوتیہ من یشاء ؕ

ہر شخص ہر ساعت اپنی قوتوں کو (اپنے جذبات کے تحت) کام میں لاتا ہے۔ لیکن کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اِن لوگوں میں سے کتنے علم الفن والقوی پر بحث کر کے دلائل لانے کے قابل ہیں اور کتنے ایسے ہیں جو فلسفۂ دماغی (مثل فلاسفی) کے ماہر ہیں کروروں میں سے چند ہی ایسے نکلیں گے اور ہم میں سے تو بہت کم باطن بین ہیں۔

اہل مذاہب اور اہل فلسفہ دونوں بالاتفاق اس امر کو مانتے ہیں کہ انسانی ہستی کے دو حصے ہیں۔ (۱) جسمانی (۲) روحانی۔ اور دونوں حصص کی تعلیمی کیفیات جداگانہ اثر رکھتی ہیں جس طرح ہمیں اپنی ظاہری تربیت کی ضرورت ہے اسی طرح تزکیۂ روحانی کی بھی حاجت ہے۔

ہم اپنے اعضا کا ظاہری طور پر اندازہ لگاتے ہیں لیکن باطنی جذبات کی نسبت ماہر فن کی مدد بغیر کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ایک فہیم اور ذکی انسان یہہ کہہ سکتا ہے کہ انسان کی اندرونی مشین اِن مختلف رنگوں میں کام کرتی ہے لیکن ایک ماہر علم الفن والقوی یا ماہر سائیکولوجی کی طرح تفصیل اور دلیل کے ساتھ انسان کی اندرونی قوتوں اور جذبوں پر روشنی نہیں ڈال سکتا۔

اخلاقِ محسنی اور اخلاقِ جلالی تہذیب النفس کی تعلیم تو دے سکتی ہیں لیکن اِن سے تزکیۂ نفس کا روحانی سبق ہم کو استاد کے بغیر نہیں مل سکتا۔

حواسِ خمسہ ظاہری کی صحت اور اصلاح کی ضرورت ہے تو کیا اسی طرح حواس باطنی کے صحت کی حاجت نہیں؟ اگر نفسانی اور جسمانی شعبہ میں ہمیں کسی ماہر اُستاد کی ضرورت پیش آتی ہے تو کیا روحانی صیغہ میں کسی ماہر کی ضرورت نہیں۔

علمی مراحل کے لئے ہم اُستاد اور ابتدائی قواعد کی تلاش میں رہتے ہیں مگر روحانیت کے نصاب کے مطالعہ کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ چشم انصاف سے دیکھیں تو ثابت ہو جائیگا کہ ہم کسی صورت میں مرشد اور رہبر کے بغیر علم باطنی پر عبور حاصل نہیں کر سکتے۔

ایک زنگ آلود برتن کی قلعی کرنے کے واسطے ایک قلعی گر کی ضرورت پڑتی ہے اور ہم اسے بازاروں میں تلاش کرتے ہیں لیکن افسوس دل کے صاف کرنے کیواسطے کسی کاریگر کی ضرورت خیال نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ خود بخود صاف ہو جائیگا۔ یہ سخت غلطی ہے جو آج کل عالمگیر ہے میں ایسے لوگوں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا اُن کا کوئی کام بغیر کسی شخص کی مدد کے پورا ہوا کرتا ہے اور کیا روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں خارجی امداد کی ضرورت نہیں ہوتی۔

افلاطون جیسی پایہ کا حکیم تھا۔ دنیا جانتی ہے لیکن جب اس نے دیکھا کہ بغیر اُستاد کے چارہ نہیں تو ارسطو کی شاگردی قبول کر لی علیٰ ہذا القیاس۔ کل حکیموں اور نامور فلسفیوں کا یہی حال رہا ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کامل کا دروازہ دیکھنا پڑا ہے۔

دورِ حاضرہ کے مایہ ناز ایجادات ٹیلگراف فوٹوگراف الکٹرسٹی۔ جیسے فنون سیکھنے کے واسطے ایک ہوشیار کاریگر اور اُستاد کی تلاش لازمات سے ہے ریاضی کے واسطے ایک مستند ریاضی دان کی شاگردی لازمی لیکن علومِ باطنی کے رشد و ہدایات کیواسطے مرشد کی ضرورت نہیں

جس طرح مادی قوت ہے ایک روحانی قوت بھی ہے روحانی سلسلہ کیواسطے بھی مادی سلسلے کی طرح آداب وقیود و قوانین کی ضرورت ہے جس طرح بتدریج انسان کا جسم نشو و نما پاتا ہے اسی طرح روح بھی نشو و نما پاتی ہے اور اِس کے واسطے بھی ایک منتہائے کمال کی ضرورت ہے۔ جب ہر خلقت دو حصے ظاہر اور باطن رکھتی ہے تو دونوں حصوں کے کوائف اور خصوصیات جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں اور دونوں کے عارف اور حامل بھی جداگانہ ہیں اور یہ خصوصیت ہم رنگ میں دیکھتے ہیں۔

سیاسی قوانین کم و بیش ساری رعایا پڑھتی ہے اور عدالتوں میں بھی پڑھی جاتی ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ قانونی نکات سے قانون دان ہی اچھی طرح واقف ہوتے ہیں اور اِن کی شروح اور تعبیرات مستند اور مقبول عام ہوتی ہیں بخلاف اِس کے عام لوگ قوانین سیاسیہ کے الفاظ سے تو واقف ہو جاتے ہیں مگر اِن کی تہہ تک نہیں پہنچتے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص بظاہر اپنے بدن پر کوئی غدود نہیں دیکھتا مگر اس کے

درد کی تکلیف سے ہمیشہ بے قرار رہتا ہے ڈاکٹر کو دکھاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اندرونِ جسم کوئی غدود ہے۔

یہی حال مرشد کا ہے کہ وہ مریدوں کی اندرونی حسن و قبح سے واقف ہوتا ہے اور تزکیۂ نفس کی تعلیم دیتا ہے اور رفتہ رفتہ ان امور و اسرار سے واقف کراتا ہے جس سے اندرونی قوتوں اور جذبوں کی قدر و قیمت کا پتہ لگتا ہے

اسلام نے رہبانیت کو خارج کیا ہے مگر اس سے منع نہیں کیا کہ ہم روحانیات میں کسی پیر کامل کے وسیلہ سے ترقی نہ کریں اور وہ راستہ طے نہ کریں جو روحانی منزل کے سفر میں پیش آتے ہیں۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا محترم ارشاد مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ صدیوں سے اثر پذیر ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بغیر کسی روحانی ڈاکٹر کے کوئی اور بھی نفس کی حقیقت سے آگاہ کر سکتا ہے۔ ہم تو بغیر ڈاکٹر کی مدد کے اپنی ایک ادنیٰ عضو کی تشریح بھی نہیں کر سکتے چہ جائیکہ نفس کی حقیقت پر بغیر کسی روحانی طبیب کے عبور کر جائیں۔

اس دور فلسفہ میں جب ہم ہر بات میں کسی رہبر کے متلاشی رہتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم روحانیات کے رہنماؤں کی ضرورت سے انکار کریں۔

بیعت کی فلاسفی اور طلب رشد کی حکمت سے انکار کرنا ان واقعات سے منکر ہونا ہے جو تیرہ سو سال سے اس رنگ میں اسلامی جماعتوں میں ظہور پذیر ہو رہے ہیں کیا صوفیہ کرام علما کی فہرست میں داخل نہیں ہیں؟ کیا علمائے کرام نے مشائخین کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور ان کی عظمت کو تسلیم نہیں کیا؟

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں ایسے نفوس مقدسہ کم و بیش ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں یہ زمانہ بھی ایسے نفوس مقدسہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔

گو تزکیہ اخلاق کے احکام شریعت میں مذکور ہیں لیکن محض احکام کے جاننے سے تزکیۂ اخلاق نہیں ہوتا۔ علمائے ظاہر اخلاق کی حقیقت و ماہیت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں لیکن خود ان کے اخلاق پاک نہیں ہوتے یہ مرتبہ مجاہدات اور فنائے نفس سے حاصل ہوتا ہے اور اسی کا نام طریقت یا تصوف ہے۔

جس طرح علوم ظاہری کے سیکھنے کا ایک خاص طریقہ مقرر ہے جس کے بغیر وہ علوم حاصل نہیں ہو سکتے اسیطرح اس علم کا بھی ایک خاص طریقہ ہے جب تک اس طریقہ کا تجربہ نہ کیا جائے اس کے انکار کرنے کی وجہ نہیں سینکڑوں بزرگ جن کے فضل و کمال سے کوئی انکار نہیں کر سکتا نہایت وثوق اور اذعان سے اس بات کی شہادت دیرہے ہیں کہ علم باطن بھی ایک علم ہے تو ان کی شہادت پر کیوں نہ اعتبار کیا جائے سینکڑوں ایسے علما گزرے ہیں جن کو علم باطن سے قطعاً انکار تھا لیکن جب وہ اس کوچے میں آئے اور خود ان پر وہ حالت طاری ہوئی تو وہ سب سے زیادہ اس کے معترف بن گئے۔

موسیٰ علیہ السلام جیسے الوالعزم پیغمبر کو بھی روحانیات میں خضر علیہ السلام کی رہبری حاصل کرنی پڑی۔ صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے مجمع میں کھڑے ہو وعظ فرما رہے تھے کہ کسی شخص نے سوال کیا کہ اے موسیٰ کوئی شخص دنیا میں تم سے زیادہ عالم بھی ہے موسیٰ نے زمانۂ حال کے ارباب ظاہر کی طرح نفی میں جواب دیا خدائے تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کا یہ دعویٰ ہمہ دانی نہایت شاق گذرا۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ ہمارا ایک بندہ اور بھی ہے جو تم سے زیادہ عالم ہے تم اس کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ کو جب حضرت خضر علیہ السلام کا حال معلوم ہوا تو آپ کو ان سے ملنے کا بیحد اشتیاق ہوا چنانچہ اس کا ذکر قرآن میں

یوں آیا ہے۔ وَاِذْ قَالَ مُوسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا (۱۵-۸) موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ میں برابر چلتا رہونگا یہانتک کہ دو دریاؤں کے ملنے جگہ پہنچ جاؤں (اور اگر وہاں پہنچگیا تو خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوجائے گی۔ یا نہ پہنچا) اسطرح ایک مدتِ دراز تک چلتا رہونگا۔

دیکھو موسیٰ علیہ السلام باوجود علم و فضل کے خضر علیہ السلام کی طلب میں مجمع البحرین تک کا سفر گوارا فرما رہے ہیں واقعی علم ہونے کے بعد بھی ہم کو ایک خضر منش بزرگ کی بڑی ضرورت ہے تاکہ اس کی صحبت میں رہ کر اس کا علم حاصل کیا جائے (جیسا کہ اس آیت سے مستنبط ہوتا ہے)

اب رہا یہ کہ اس علم کا کیا ثبوت ہے سو اس سوال کا حل اِس آیت میں موجود ہے فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا[1] وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا الخ

(ترجمہ) موسیٰ اور اُن کے خادم دونوں نے جب بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور اُسے اپنے پاس کا علم سکھایا تھا۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ خضر علیہ السلام کو ایک ایسا علم دیا گیا ہے جسکو خدا اپنے پاس کی رحمت فرماتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اِس علم کا کیا نام ہے سو اس کیلئے یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے (قَالَ لَهٗ مُوسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا)[2] موسیٰ نے خضر سے کہا کہ کیا میں اس اُمید پر آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں کہ آپ مجھے اس میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو رشد سکھایا گیا ہے۔ یہ آیت صاف طور سے بتا رہی ہے کہ اِس علم کا نام عربی میں رشد ہے اور اسی مناسبت سے اِس کے عالم یا معلم کو مرشد کہا جاتا ہے۔

---

[1] رحمةً مِن عندنا کی نسبت مفسرین کے اقوال۔
مدارک۔ هی الوحی والنبوة او العلم او طول الحیاة البیضاوی الشیرازی هی الوحی والنبوة۔
الجلالین۔ نبوة فی قول وولایة فی آخر وعلیه اکثر العلماء۔
[2] وعلمناه من لدنا علما کی نسبت اقوال۔ بقیہ بر حاشیہ صہ ۱۲

قرآن شریف میں دوسری جگہ مرشد کا لفظ ولی کی صفت کے ساتھ بہترین معنوں میں آیا ہے خدا فرماتا ہے (من یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا ۱۵-۱۸) جسے اللہ ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کرے (ای نبی) تم ہرگز اس کا کوئی دوست ہدایت کرنیوالا نہ پاؤ گے۔ آیاتِ بالا پر غور کرنے سے یہ اچھی طرح واضح ہو سکتا ہے کہ ہم کو مرشد کی کہاں تک ضرورت ہے اور نیز یہ آیت خاص طور سے بتا رہی ہے کہ بغیر مرشد کی رفاقت کے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے۔ صوفیہ کرام نے اسی بنا پر کہا ہے کہ من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان بعض لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ خضر کو علم وغیرہ کچھ بھی نہیں دیا گیا تھا صرف دو تین باتیں معلوم کرا دی گئی تھیں یہ محض ان لوگوں کی مجرد رائے ہے ہم یہ دکھیں کہ اس بارہ میں حدیث نبوی کیا کہتی ہے اور حدیث بھی وہ جو صحیح بخاری کی جسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے اس میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قول صاف طور پر مرقوم ہے کہ جب موسیٰؑ نے خضرؑ سے علم سیکھنے کی درخواست کی تو خضر نے فرمایا اے موسیٰ خدا نے تم کو ایک علم دیا ہے اور ایک مجھے عنایت فرمایا ہے جو علم تمہیں حاصل ہے وہ مجھے میسر نہیں اور جو مجھے نصیب ہے وہ تم کو نہیں دیا گیا ہے۔ اس حدیث سے صاف طور پر عیاں ہو رہا ہے کہ یہ ایک علیحدہ علم ہے جو موسیٰ کو اس سے پہلے نہیں دیا گیا تھا رہا یہ کہ یہ علم کیسا ہے اور کیونکر

بقیہ حاشیہ

مدارک الاخبار بالغیوب وقیل العلم اللدنی ما حصل للعبد بطریق الالھام بیضاوی مما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا وھو علم الغیوب جلالین۔ من قبلنا ای معلوما من المغیبات ⁂

[1] علمت رشدا مدارک علما ذا رشد ارشد بہ فی دینی رشدا وفی دلیل علی انہ لا ینبغی لاحد ان یترک طلب العلم وان کان قد بلغ نہایتہ وان یتواضع لمن ھو اعلم منہ بیضاوی۔ علما ذا رشد او ھو اصابۃ الخیر (ما لم تحط بہ خبرا) بیضاوی۔ وکیف تصبر وانت نبی علی ما اتولی من امور ظواھرھا مناکیر ولو اطنھا لم تحط بہا خبرک ⁂

حاصل کیا جاتا ہے اور اس علم سے کیا کیا باتیں ظہور میں آتی ہیں اِس کے لئے طوالت چاہیئے بالفعل اس کے مختصر فوائد آپ قرآن ہی میں دیکھیں کہ خضر نے موسیٰ کو اپنے ہمراہ لیکر کیا کیا کام کئے۔ عملی طور پر علم رشد کا فائدہ پیش کر دیا کہیں توکشتی توڑ دی اور فرمایا کہ ایک ظالم بادشاہ اِس طرف آرہا تھا جو نئی کشتیوں کو اپنے کام میں مفت جبراً لیتا تھا حالانکہ کشتی ابھی اس کے ملک کو نہیں پہنچی تھی کہ پہلے سے اُسے معلوم کرلیا اور کہیں ایک لڑکے کو مار ڈالا اور فرمایا کہ اس کے ماں باپ نیک بخت اور ایماندار تھے اور اس کی وجہ سے ان پر کفر کا خوف تھا حالانکہ وہ لڑکا نابالغ تھا۔ اُس کی آئندہ چلکر جو باتیں ہونیوالی تھیں وہ ابھی سے معلوم کرلیں اور کہیں گرتی ہوئی دیوار (بغیر اسبابِ ظاہری کے) سیدھی کردی۔ حالانکہ دیوار ابھی نہیں گری تھی۔ گرنے سے پہلے جان لیا کہ وہ بہت جلد گر جانیوالی ہے اور جو مخفی دفینہ اس کے نیچے موجود تھا اُسے بھی معلوم کرلیا اور یہ بھی جان لیا کہ یہ مال یتیموں کا ہے جو ان کے ماں باپ نے ان کے لئے رکھ چھوڑا ہے اور یہ بھی معلوم کرلیا کہ دیوار گرنے کے بعد یہ مال دوسرے کے قبضہ میں چلا جائے گا اور یہ حقدار محروم رہیں گے۔ بہر حال خضر نے کسی جگہ وقایع آئندہ کو معلوم کرلیا۔ جس کو غیب سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور بغیر اسباب ظاہری کے گرتی ہوئی دیوار بنا دی جس کو خرق عادت کہا جاتا ہے اور خرق عادت نبی سے ہو تو معجزہ اور ولی سے ہو تو کرامت اور جو کافر سے ہو تو استدراج کہا جاتا ہے اور نیز مخفی دفینہ کو دیکھ لیا جس کو مکاشفہ کہتے ہیں۔ پس یہ وہ ساری باتیں جو خضر علیہ السّلام نے علم رشد کے ذریعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے عملی طور پر ظاہر کر دیں اور دوسرے الفاظ میں یہ بات بھی ثابت ہوگئی یہ بغیر اس علم کے ایسی باتیں حاصل بھی نہیں ہوسکتیں۔ اسی علم رشد کو ہمارے زمانہ میں طریقت یا تصوف یا سلوک سے نامزد کیا گیا ہے۔

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ علم خضر علیہ السلام کو ہو اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کو بھی اِن کے ذریعہ سے نصیب ہو مگر کیا ہمارے سید المرسلین کو نہ ہو اور کیا اِس لئے کہ آپکی اُمت جو خیر الانام ہے اور آپ کے علما جو بنی اسرائیل کے انبیا کے مثیل ہیں محروم رہیں حاشا وکلا ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔

تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ جو باتیں تمام انبیاء علیہم السلام کو فرداً فرداً اعطا ہوئی تھیں وہ تمام و کمال آپ کو ملیں۔ اسیواسطے آپ کے ورثا علما ہیں جو ایسی باتیں حاصل کرکے دنیا کی عبرت کے لئے انبیا سابقین کی طرح حیرت انگیز معاملے ظاہر کرتے ہیں اب ہم اِس کے ثبوت میں چند احادیث پیش کرتے ہیں۔

(۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم یاد کئے (یعنی سیکھے) ایک وہ علم ہے جس کو میں نے ہر خاص و عام کو بتایا اور دوسرا علم وہ ہے اگر میں اِس کو ظاہر کروں تو (بوجہ افشائے راز) میری گردن اڑا دی جائے (رواہ البخاری)

اِس حدیث سے دو امر مستنبط ہوتے ہیں

(۱) ایک تو یہ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے احادیث پائے تھے جن میں بعض علوم ظاہر کے متعلق تھے اور بعض کا تعلق علم باطن سے تھا

(۲) یا آنکہ جو احادیث کے سنتے تھے ہر حدیث میں دو معانی ظاہر و باطن کے پائے تھے یہ دونوں صورتیں صحیح ہو سکتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جن احادیث کا تعلق احکام ظاہر سے تھا اس کی عام طور پر اشاعت کی اور جو احادیث اسرار باطن سے متعلق تھے یا عام فہم نہ تھے اُس کے معانی و مطالب خواص ہی تک

محدود رکھے۔

بعض لوگوں نے علمِ ثانی سے علمِ باطنی مراد لینے میں بدو وجہ اختلاف کیا ہے اولاً یہ کہ علمِ ثانی سے علمِ باطنی مراد لی جائے تو اس سے حضرت ابوہریرہ کی تخصیص پائی جائیگی اور لازم آئیگا کہ دوسرے صحابہ اس علم سے بے بہرہ تھے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ دوسرے یہ کہ باوجود علمِ دین کے پوشیدہ کرنے کی مذمت وارد ہونے کے حضرت ابوہریرہ نے اس علم کو کس طرح پوشیدہ رکھا۔

یہہ اعتراضات الفاظ حدیث پر غور کرنیسے خود بخود مرتفع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آپنے یہی کہا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو ظرف علم کیلئے یعنے دو قسم کے احادیث کو سنا یا جن احادیث کو پایا اس کے دو معانی مجھے بتائے گئے ایک کی میں نے عام طور پر اشاعت کی اور دوسری کو خواص تک محدود رکھا۔

پس اس سے آپ پر علم باطنی کا حصر لازم نہیں آتا اور ظاہر ہے کہ کسی بات کو عوام تک ظاہر نہ کرنا خواص سے چھپانے کی دلیل نہیں ہو سکتی الغرض یہ دوسرا علم جس کا اشارہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کر رہے ہیں وہ علمِ باطن ہی ہے۔

(۲) حسن بصری فرماتے ہیں کہ علم دو ہیں ایک علم تو دل میں ہے اور یہی علم نفع دیتا ہے دوسرا علم زبان پر ہے اور یہ اللہ جل شانہ کے ہاں حجت ہے (دارمی)

ملا علی قاری اس روایت کی یوں تشریح فرماتے ہیں کہ اول علم کو علم باطن کہتے ہیں اور دوسرے علم کو علمِ ظاہر۔ لیکن علمِ باطن اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ظاہر کی اصلاح نہ کی جائے۔ اور علم ظاہر مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ باطن کی اصلاح نہ ہو۔

(۳) الاحسان ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک بخاری

ایمان اور اسلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ احسان یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ علاوہ عقاید ضروریہ اور اعمال ظاہرہ کوئی اور چیز بھی ہے جس کا نام احسان آیا ہے اور پھر اس کی حقیقت بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ یہی طریق باطن ہے جس کو علماء باطن نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کیونکہ بغیر اس طریق کے ایسی حضوری ہرگز میسر نہیں آسکتی چنانچہ اس مادہ میں سینکڑوں معتبر آدمیوں کی شہادت موجود ہے جس کے غلط ہونیکا عقل کو احتمال نہیں ہوسکتا کہ ہم کو اہل باطن کے پاس بیٹھنے سے ایک نئی حالت اپنے باطن میں عقاید فقہ کے علاوہ محسوس ہوتی ہے جو پہلے نہ تھی اور اس حالت کا یہ اثر ہے کہ طاعت الٰہی کی رغبت اور معاصی سے نفرت ہو جاتی ہے اور عقاید اسلامیہ روزافزوں پختہ ہو جاتے ہیں یہ اور اس جیسی بہتری باتیں ایسی ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ طریق باطن بھی کوئی چیز ہے الغرض جب تک پیر کامل کی ہمنشینی اختیار نہ کیجائے علوم باطنہ کا کشف نہیں ہوسکتا ارباب ظاہر اس کیفیت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اس علم کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ امراض باطنی مثل۔ کبر و انانیت وغیرہ جو دل میں پیدا ہو جاتے ہیں اس کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اِس کے باطنی مشاغل ایسے ہیں کہ اگر ان کو جاری رکھا جائے تو اِس کی جگہ یہ لے لیتے ہیں اور اعلیٰ یہ ہے کہ طالب پر خدا کی ذات کا یقین کامل ہو جاتا ہے اور اس علم کے ذریعہ جو حیرت انگیز مشاہدے ہوتے ہیں وہ اس کو یقین کامل پر مجبور کر دیتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ انصاف کو زیر نظر رکھے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ اسلام ایک مکمل مذہب ہے

اس میں ہر قسم کی تعلیم کا ہونا ضروری ہے منجملہ اس کے ایک تعلیم یہ روحانی بھی ہے۔
جس کو ہم نے پیش کر دیا اور اس کے فوائد بھی بتا دیے ہیں۔ اس کے بعد میں جہاں تک خیال کرتا ہوں ہم کو نہ مسمریزم سیکھنے کی ضرورت اور نہ ہپناٹزم و فری مشن لاج میں شریک ہونیکی حاجت ہے روحانی تعلیم کا اسلام نے جس انداز میں اہتمام کیا ہے وہ ہر طرح سے طالب کو بے پروا کرنے کیلئے کافی ہے اگر خدانخواستہ یہ علم اسلام میں نہ ہوتا تو کل خدا کے سامنے مسلمانوں کو یہ کہنے کا موقع حاصل تھا کہ اسلام میں روحانی تعلیم موجود نہ تھی اس لئے ہم نے مسمریزم و فری مشن لاج وغیرہ میں شرکت کی تھی۔ اب جب کہ اسلام میں روحانی تعلیم موجود ہے تو مسلمانوں کو اس کے حصول کی جانب بہت جلد متوجہ ہو جانا چاہئے اس پر بھی کوئی مسلمان اس تعلیم کو چھوڑ کر غیر اسلامی تعلیمات سے فائدہ اُٹھانے لگے تو یہ اُس کی سمجھ ہے جو اُس کو گمراہی پر چلانا چاہتی ہے۔ میرے خیال میں مسلمانوں کا اس علم سے بے بہرہ ہونیکا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض خشک مولویوں نے اس علم کا سرے سے انکار کر دیا ہے اور بعضے تو صاف الفاظ میں برملا یہ کہنے لگے ہیں کہ یہ اسلامی تعلیم ہرگز نہیں ہے۔ پیری مریدی محض ایک ڈھکوسلہ ہے افسوس ان حضرات نے قرآن و حدیث میں غور نہیں فرمایا اور غور کرتے ہی کیا اسباب ندارد ایسے حضرات کا غور کرنا نہ کرنا یکساں ہے۔

اگر ظاہر بین علما اس کی قدر کرتے تو وہ لوگ جو روحانیت کی تڑپ اپنے اندر رکھتے ہیں مسمریزم وغیرہ میں ہرگز قدم نہ رکھتے۔ ہماری غفلت کا سبب ہے کہ اس تعلیم سے مسلمان روگردان ہو کر غیر اسلامی تعلیمات میں شریک ہو رہے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ فری مشن وغیرہ کے حالات کسی پر ظاہر نہیں کئے جا سکتے نہ معلوم اس صورت میں وہاں مسلمانوں کو کس قسم کے شرک

اور بدعت کی تعلیم دیجاتی ہے۔

بہرحال میں اُن علماء کرام کی خدمت میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ وہ براہِ کرم میرے معروضہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اگر کسی وجہ سے اِس علم کو حاصل نہ کر سکیں تو خیر مگر کم سے کم اس کی نفی بھی نہ کریں۔ اور اپنے حلقۂ اثر میں اس کی اشاعت کریں کہ ایک علم اسلام میں ایسا بھی ہے جو مسمریزم وغیرہ سے بے پروا کر سکتا ہے۔

آخر میں میں اپنے مخلص سراپا ذوق دوست مولانا سید محمد اشرف صاحب کشفی نظامی شاہ نائب سلسلہ نظامیہ برما (رنگون) کا ممنون ہوں جو اس کتاب کے باعثِ طبع ہیں۔ شاہ صاحب کو اب تک میری آنکھوں نے نہیں دیکھا مگر قیامت تک ان کی یہ خدمت یادگار عالم رہے گی۔

مجھ کو اپنے پیارے دوست مرزا حسینی بیگ منشی فاضل و قاضی محمد حسن صدیقی قاضی ضلع رائچور کا بھی ذکر کرنا چاہیے جنھوں نے مجھ کو یہ کتاب لکھنے کی توجہ دلائی اور بار بار تقاضے کر کے یہ خدمت پوری کرا دی۔

مرشد کے آداب

گر رومؔ از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست
عقل در گوش دلم گفت کہ ایماں ادب است

(۱) مرشد کے ساتھ احسان کرنا چاہیئے۔

(۲) اس کی بات پر اُف تک نہ کرے اگرچہ وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) شیخ کو جھڑکے نہیں۔

(۴) مرشد کے ساتھ بعجز و انکسار پیش آئے۔

(۵) تعظیم کے ساتھ گفتگو کرے الفاظ کریمانہ ہوں۔

(۶) شیخ کے حق میں دعائے خیر کرے۔

خدا فرماتا ہے وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلٰھما فلا تقل لھما اُفٍّ ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل ربِّ ارحمھما کما ربّیٰنی صغیرا (۱۵-۱۷)

ترجمہ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو اگر وہ تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں (خواہ ماں ہو یا باپ) اُن کو اُف تک نہ کہو اور نہ جھڑکو اور اُن سے تعظیم کے ساتھ بات چیت کرو اور اُن کے آگے عاجزی سے اپنے بازوؤں کو ڈالے رکھو۔ اور خدا سے یہ کہو کہ اے میرے پروردگار ان پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے مجھے چھوٹی سی عمر میں پالا پوسا ہے[1]۔ اگرچہ یہ آیت میں

[1] رب کے معنی پالنے والا ہے۔ پرورش دو قسم کی ہوا کرتی ہے (۱) جسمانی (۲) روحانی۔ جسمانی پرورش اگر والدین یا اور کوئی بزرگ کے ذریعہ ہو تو یہ دونوں جسمانی پرورش میں خدا کے نائب ہونگے اِن کا بھی ادب کرے روحانی پرورش استاد۔ مرشد کے ذریعہ ہوا کرتی ہے اس لئے یہ بزرگوار بھی روحانی پرورش میں خدا کے نائب ہیں ان کا بھی ادب کیجئے اسلام میں احسان فراموشی کو ناجائز قرار دیا گیا؛

ماں باپ کے آداب بتائے گئے ہیں اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ادب سے
لیکن استاد اور مرشد بھی بجائے ماں باپ کے ہیں ثبوت کے لئے یہ احادیث کافی ہیں۔
چنانچہ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انس رضی اللہ عنہ کو بیٹا فرمایا
حالانکہ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) آپ کے بیٹے نہ تھے پس ثابت ہوا کہ شاگرد بھی بیٹے کی
حیثیت رکھتا ہے اسی وجہ سے اُستاد کو باپ کہا جاتا ہے۔

(۷) مرشد کے بازو میں برابر ہو کر نہ کھڑا رہے نہ اُس کے برابر ہو کر چلے نہ بازو میں بیٹھے
(نماز کی صف میں بازو رہنا جائز ہے)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اکیلے نماز پڑھ رہے تھے ابن عباس نے پیچھے کھڑے ہو کر
اقتدا کرلی۔ آنحضرت اُنہیں اپنے سیدھے جانب برابر کھڑے کرتے تھے اور وہ پیچھے ہٹتے تھے نماز سے
فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا کہ کیوں میرے بازو سے ہٹتا گیا۔ ابن عباس نے عرض کیا حضور
کیا میں آپ کے برابر کھڑا ہونے کے قابل ہوں حضرت ان کے اس ادب سے خوش ہوئے
اور دعا دی کہ خدا تمہیں اسکی جزا دے۔ گو حسب تصریحات بعض محدثین اس روایت میں کسی قدر
ضعف ہے لیکن دوسرے احادیث کے مطالعہ سے یہ ضعف کی شکایت باقی نہیں رہتی ہے
کیونکہ حضرت صدیق اکبر نے جب عین نماز میں یہ معلوم کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لا رہے ہیں تو محراب سے پیچھے ہٹ آئے۔ حالانکہ حضرت نے ان کو اتمام نماز کا حکم دیا تھا
اُس کو پورا نہ کیا جب نماز میں اس طرح ادب کو ملحوظ رکھا تو غیر نماز میں کس قدر ادب ہونا چاہئے

---

[۱] امام احمد حنبل فرماتے ہیں کہ میں تیس برس سے اپنے اُستاد حضرت امام شافعی کے واسطے ہر نماز میں درود کے بعد اپنے والدین کے ساتھ دعا کرتا ہوں۔ احسن التبیین

[۲] منقول ترجمہ از شرح البخاری مؤلفہ مولانا وحید الزمان حیدرآبادی۔

اِس روایت سے صوفیہ کی ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اِن کے نزدیک بعض مواقع میں امتثال امر پر ادب کو ترجیح دیجاتی ہے۔

(۸) مرشد کی تعظیم کیلئے جس وقت وہ آئے سروقد کھڑا ہوجانا چاہیے۔

سعد بن معاذ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انصار سے فرمایا کہ تم اپنے سردار کے لئے کھڑے ہوجاؤ (بخاری ومسلم شریف)

سردار دو قسم کے ہوا کرتے ہیں (۱) دنیاوی جیسے بادشاہ حاکم وغیرہ (۲) علما وصلحا مرشد واُستاد۔ آنحضرت نے اپنے لئے کھڑے ہونیکی جو ممانعت فرمائی ہے وہ آپ کے کمال انکسار پر محمول ہے۔ اس سے صرف انکسار کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن یہ عدم جواز کی دلیل نہیں ہو سکتی اکابر محدثین کا طرز عمل بھی اس بات کا موید ہے۔ چنانچہ امام یحییٰ رح عصر کی نماز کے بعد مسجد کے ستون سے تکیہ لگا کر بیٹھتے اور امام احمد اور یحییٰ بن معین اور علی بن المدنی اور عمر بن علی نماز مغرب تک ان کی خدمت میں کھڑے رہتے اور حدیث اخذ کرتے تھے اور وہ ان لوگوں میں سے کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ کسی شخص نے امام احمد سے پوچھا آپ کھڑے کیوں رہتے ہیں بیٹھ کیوں نہیں جاتے فرمایا کہ علماء کی تعظیم کا ہمکو حکم ملا ہے۔

(۹) مرشد کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرے۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے (لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (۲۶-۴۹) ترجمہ تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ گو یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں آئی ہے مگر اس میں ہمارے لئے بھی تعلیم ہے۔ مرشد اُستاد بھی آپ ہی کے نائب ہیں۔ اسلئے

ل کسی معزز آدمی کی آمد پر کھڑے ہو جانیکو آج کل ہم نے بھی اپنی تہذیب میں داخل کرلیا ہے مرشد اور اُستاد اس کے بڑے مستحق ہیں اُن کی آمد پر ہم کو ضرور کھڑا ہوجانا چاہیے۔

ہم کو چاہئے کہ اُن کے ساتھ بھی ایسا ہی ادب کیا کریں۔ ائمہ حدیث نے بھی ایسا ہی ادب کیا ہے دیکھو امام عبدالرحمٰن ابن عمر کی مجلس میں ایک شخص ہنسا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کون ہے لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں ہے آپ اُس شخص سے ناراض ہوگئے اور فرمایا علم طلب کرتا ہے اور ہنستا ہے۔ ایک مہینہ تک حدیث بیان نہ کروں گا امام مالک کے شاگرد اُن کی نہایت درجہ تعظیم کیا کرتے تھے اور اِن کی محفل میں بہت پست آواز سے بات کرتے تھے اگر اچانک کبھی کسی کی آواز بلند ہو جاتی تو اُس شخص کو محفل سے باہر کر دیتے تھے[۱]۔

(۱۰) اپنے شیخ کو نہایت تعظیم و احترام کے ساتھ خطاب کرے مثلاً یا سیدی یا مولائی۔ یا اس جیسے اور الفاظ۔

صحابہ کا معمول تھا کہ آنحضرت کو نام سے پکارتے تو خدا نے ان کو ادب دینے کے واسطے یہ آیت نازل فرمائی (لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا) ۲۴۔۱۸

ترجمہ یعنے پیغمبر صاحب کو (اُن کے نام اور کنیت سے نہ پکارا کرو) جیسا کہ باہم ایک دوسرے کو پکارا کرتے ہو بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہکر پکارو علمائے سلف نے اپنے استادوں کو مخاطب بنانے کیلئے یہی الفاظ وضع فرمائے ہیں۔

(۱۱) مرشد کے ساتھ اسطرح چلّا کر بات نہ کرے جیسے آپسمیں ایک دوسرے کیا کرتے ہیں

---

[۱] غالباً اس جگہ ہمارے زمانہ کی جدت پسند پارٹی فوراً یہ اعتراض کریگی کہ امام مالک اور ابن عمر ایک بد اخلاق شخص تھے جو ایسا کرتے تھے۔ حالانکہ یہ بد اخلاقی نہیں ہے بلکہ عین اخلاق ہے بد اخلاقی اُس شخص کی ہے جو ایسی محفل میں بے ادبی کرتا ہے اور بد اخلاقی کا دفعیہ ہر شخص پر لازم ہے۔ اسکو میں نہیں سمجھتا کہ کس اصول سے کہا جاتا ہے۔

[۲] آج زمانہ نے بھی اس ضرورت کو محسوس کر کے یہ بات تہذیب میں داخل کر لی ہے کہ جب کسی کو مخاطب کرنا ہوتا ہے تو مولانا مولوی حضرت وغیرہ کے الفاظ سے خطاب کیا جاتا ہے اور جو لوگ اسکے خلاف کرتے ہیں وہ اخلاقی دنیا میں بد تہذیب مانے گئے ہیں۔ [۳] تذکرۃ السامع والمتکلم فی الآداب العالم والمتعلم ص ۲۱

خدا فرماتا ہے (ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض) ۲۶-۹ ہ؎ ترجمہ ایسی آواز سے بات نہ کرو جو تم میں ایک دوسرے سے کیا کرتے ہیں۔ اس جگہ اس بات پر ضرور توجہ دلاؤں گا کہ دنیا کے حاکموں کے ساتھ نہایت عاجزی کے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے جہاں تک ہو سکتا ہے آواز پست کی جاتی ہے اور وہ محض اس خیال سے کہ کہیں ہماری اونچی آواز سے اس کو تکلیف نہ پہونچے مگر استاد و مرشد کے ساتھ پکار پکار کر بات کرنے میں کوتاہی نہیں کیجاتی ہے گویا اُن کو باتوں کا آلۂ مشق بنا رکھا ہے یہ ہماری دینداری کا ایک نمونہ ہے۔

(۱۲) مرشد کے سامنے اپنی آواز بالکل دبی رکھے اور اُس سے بالکل آہستہ ہمکلام ہو۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے (اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ) (۲۶-۹ ہ) ترجمہ بیشک جو لوگ آپکے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی لوگ ہیں جنکے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کیلئے جانچ لیا ہے۔

اس آیت میں اِن لوگوں کی تعریف فرمائی گئی جنھوں نے رسولِ کریم کا ایسا ادب کیا ہے چونکہ مرشد اور اُستاد رسولِ کریم کے سچے جانشین ہوا کرتے ہیں۔ ہم کو اس آیت سے سبق لینا چاہئے کہ ہم بھی ایسا ہی ادب کریں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام مالک کے پاس میں کتاب کے ورق ایسے اُلٹتا ہونکہ ورقوں کی آواز اُن کے کانوں میں نہ پہنچے۔

(۱۳) مرشد یا استاد کی منزل گاہ پر جانیکا اتفاق ہو تو چیخیں مار مار کر نہ پکارے جیسا کہ دور سے لوگ پکارا جاتا ہے بلکہ نرم اور ہلکی آواز سے پکارے یا کسی اندر جانیوالے کے ذریعہ سے اطلاع کر دے یا دروازہ کھٹکھٹائے۔ یا ایسے وقت جائے جب کہ وہ باہر نکلتا ہو۔

؎ تذکرۃ السامع والمتکلم فی آداب العالم والمتعلم ص ۲۶

خدا فرماتا ہے (ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتیٰ تخرج الیھم لکان خیراً لھم واللہ غفور رحیم (۲۶-۴۹)

ترجمہ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں بہت سے بے عقل ہیں کیا اچھا ہوتا کہ یہ لوگ آپ کے باہر نکلنے تک صبر کرتے اور خدا کو غفور و رحیم پاتے۔

غور فرمائیے اس میں اکثر پکارنیوالوں کو بے عقل فرمایا گیا ہے۔ پس ایسی بے عقلی کی حرکت نہ کرنی چاہئیے۔

اسی بنا پر صحابۂ کرام نے بھی اپنے اُستادوں کے ساتھ ایسا ادب کیا ہے چنانچہ حضرت ابن عباس زید بن ثابت کے دروازہ پر اُن کے بیدار ہونے تک بیٹھے رہتے کیونکہ وہ اُنکے اُستاد تھے لوگ کہتے اے رسول کے چچا زاد بھائی ہم بیدار کردیں فرماتے نہیں وہ خود بیدار ہو جائیں گے اور کبھی بہت دیر تک دروازہ پر کھڑے رہنے کا اتفاق ہوا ہے اور دوسری جگہ انہیں سے منقول ہے کہ میں اپنے طالب علمی کے زمانہ میں حدیث حاصل کرنے کے واسطے دراز پر کھڑا رہتا اور اپنے آنے کی اُن تک خبر نہ کرتا۔ یہاں تک کہ کثرتِ انتظار میں چادر سر کے نیچے رکھکر سو جاتا۔ ؏

اِس ادب میں ائمہ حدیث نے بھی صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی مثال قایم فرمائی ہے چنانچہ امام زہری فرماتے ہیں کہ میں عروہ رض کے پاس جاتا اُن کے دروازہ پر کھڑا رہتا اندر جاسکتا تھا لیکن اُن کے اجلال کے خیال سے توقف کرتا۔ اذن ملجانے تک باہر ہی ٹھیرا رہتا

؏ تذکرۃ السامع والمتکلم فی الآداب العالم والمتعلم ص ۲۱۳

لہ کوئی ہو جو آج اِن باتوں پر عمل کرکے دکھاتا ہو کہ اسلام میں شاگرد اُستاد کے ساتھ ایسے برتاؤ کرتا ہے میں نے جہاں تک خیال کیا عمل تو درکنار اچھا نا کسی روز اُستاد کے باہر نکلنے میں ذری سی بھی دیر لگجائے تو آسمان سر پر

(بقیہ بر صفحہ ۲۵)

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عینیہ سے کہا کہ جو لوگ دور دور سے آپ کے پاس علم سیکھنے کے لئے آتے ہیں آپ ان پر غصہ نہ ہوا کیجئے ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کے پاس آنا جانا موقوف کر دیں فرمایا اگر وہ میرے پاس نہ آیا کریں گے تو احمق ہیں اپنا نفع حاصل کرنے سے رہ جائیں گے عـــہ لہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) اٹھا لیا جاتا ہے اور لوگوں سے استاد کی یہ شکایت کی جاتی ہے کہ وہ دیر سے نکلتے ہیں یا یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ آج تو سبق ہی نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انھوں نے استاد کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ کیا استاد ان کا تابع ہو کر جو ان کی مرضی کے موافق رہا کرے یہ وہ خیالات ہیں جو شیطان ان کے دلوں میں ڈالتا رہتا ہے کہ کسی طرح سے ہو یا اپنے شیخ سے بدظن ہو جائے تاکہ علم جیسی بابرکت شے سے محروم رہے افسوس اِن لوگوں نے یہ نہیں سمجھا کہ استاد حاکم ہے اور شاگرد محکوم۔ اور سمجھا تو یہی سمجھا کہ شاگرد حاکم ہے اور استاد شاگرد کی مرضی کے تابع رہا کرے۔ خدا جانے یہ الٹی سمجھ رکھنے والے لوگ کب راہِ راست پر آنے لگیں گے۔

تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ استاد شاگرد کی مرضی پر چلا کرے تو یہ وقت ضرور پیش آیا کرے گی کہ شاگرد ایک نہیں ہوتا دو نہیں ہوتے کئی ہوتے ہیں اور ہر ایک کی طبیعت مختلف ہوا کرتی ہے بھلا استاد کس کس کی مرضی کا تابع رہے گا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ استاد کی مرضی پر سب کے سب چلیں اور یہ کچھ محال نہیں ہے یہاں میری یہ غرض نہیں ہے کہ شیخ کو بدخلقی اختیار کرنی چاہئے بلکہ اس کو چاہئے کہ اپنے اخلاق کا پیمانہ جہاں تک ہو سکے وسیع کرے لیکن پھر بھی بشریت ہے طبیعت ہر وقت یکساں نہیں رہتی اس کی کوئی حرکت کبھی اپنی مرضی کے خلاف سرزد ہو جائے تو اس کی برداشت کر لینی چاہئے اور اس سے بددل نہ ہونا چاہئے اور بعض وقت شیخ کو کسی ضروری کام سے فرصت نہ ملے تو ایسے وقت میں شاگرد کو لازم ہے کہ صبر کرے۔

عـــہ تذکرہ السامع والمتکلم فی الادب العالم والمتعلم ص ۲۱۳ قلمی۔

لہ اہل غرض کون نہیں ہے کسی نہ کسی کو کوئی نہ کوئی دینی یا دنیاوی ضرورت پیش ہی آتی رہتی ہے اس کے رفع کرنے کے لئے حاکموں کے پاس رجوع کرنا ہی پڑتا ہے۔ رجوع ہونے کے بعد اگر وہ شخص بداخلاقی سے پیش آئے اور اس پر غصہ کر بیٹھے تو صاحب غرض چونکہ مجنون ہے وہ ہر طرح سے اس کی سہار کر لیتا ہے اور نہیں تو اس کی غرض پوری نہیں ہوتی جو لوگ صرف علماء پر اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں اون کو چاہئے کہ پہلے اپنے اخلاق پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔ معلوم ہو جائیگا کہ حقیقت حال کیا ہے آج کل کی تہذیب تو یہی ہے کہ اگر کسی معزز کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو اپنی آمد کا اطلاعی کارڈ بھیجدیا جاتا ہے اور یہ بات اِس لئے نکالی گئی ہے کہ گھر پر پکارنا بدتہذیبی میں داخل سمجھ لیا گیا ہے۔

پس ہم کو چاہئے کہ شیخ کے مکان پر جانیکا اتفاق ہو تو ایک اطلاعی کارڈ بھیجدیں۔ یا ایسے طریقہ سے اطلاع کریں جس میں ادب کا پہلو ملحوظ رہے ؛؛

(۱۴) مرشد کی خدمت میں حاضر ہونیکا اتفاق ہو تو اُسے نہایت ادب و احترام کے ساتھ السلام علیکم کہے۔ اگر اُس کے ساتھ رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزید کرے تو اچھی بات ہے اور اگر مرشد پہلے بسلام کرے تو وعلیکم السلام کے ساتھ جواب ادا کرے سلام کے بعد مصافحہ کرے۔ ہاتھ کو بوسہ دے۔ قدم چومے۔[1]

ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں سب سے بڑھ کر اسی کی عزت ہے جو پہلے السلام علیکم کہتا ہے (مشکوٰۃ) اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور السلام علیکم کہکر بیٹھ گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو دس نیکیوں کا ثواب حاصل ہوا اتنے میں دوسرا شخص پہنچا اُس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا آپ نے فرمایا اسے بیس نیکیوں کا ثواب ملگیا۔ پھر تیسرا شخص آیا اُس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ کہا حضور نے فرمایا اسے تیس نیکیوں کا ثواب ملیگا (مشکوٰۃ)

حدیث شریف میں آیا ہے فرمایا آپ نے مصافحہ کرنے سے دِل صاف ہو جاتا ہے اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں (مالک وبیہقی)

ذراع صحابی فرماتے ہیں کہ عبد القیس کی جماعت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ کے ہاتھ اور پیر کو بوسے دئے۔ درمختار میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم سے یہ التماس کرے کہ آپ اپنا پیر دراز کریں تاکہ میں اس کو بوسہ دوں تو عالم پر لازم ہے کہ وہ اپنا پیر لمبا کرے اور بوسہ لینے دے۔

---

[1] کہا جاتا ہے کہ بعض فقہانے اور خود امام ابو حنیفہ نے بھی اِس کی ممانعت فرمائی ہو جب صحیح حدیث سے قدمبوسی جائز ثابت ہو رہی ہے تو ہم کو فقہا کے اقوال ور امام صاحب کے قول کی تاویل کرنی چاہئے یعنے اِس کا یہہ مطلب ہوگا کہ بعض نادان قدمبوسی کے عوض سجدہ نہ کر بیٹھیں۔ پس ممانعت بھی اسی حدتک ہوئی اور جب

امام مسلم جب امام بخاری کے پاس آتے تو فرماتے کہ آپ اپنا پاؤں پھیلائیے تاکہ میں بوسہ دوں (مقدمہ اشعۃ اللمعات)

(۱۵) مرشد کو وضو کرائے اور وضو کے لئے پانی لائے اور ضرورت پر طہارت کیلئے بھی پانی رکھے۔

اسامہ بن زید صحابی فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے باہر نکلے تو راستہ میں قضاء حاجت کے لئے اُتر پڑے فراغت کے بعد میں آپ کے ہاتوں پر پانی ڈالنے لگا اور آپ وضو کرنے لگے[۱] (بخاری) حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت بیت الخلا میں داخل ہونیکو تھے میں پانی رکھکر علیحدہ ہوگیا۔ آپنے پوچھا پانی کس نے رکھا میں عرض کیا کہ میں نے حضور

(بقیہ) معاملہ داناؤں کا ہے تو کیا وجہ ہم خواہ مخواہ اس کو ناجائز کہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی پروا نہ کریں جو ایک مسلمان کے لئے نہایت ہی قابل شرم بات ہے۔ مانا صاحب درالمختار محدث نہیں تھے۔ بالاگر تھے مگر اس میں کامل نہ تھے تو اجلہ محدثین نے بھی کیا اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ امام مسلم نے قدمبوسی کی۔ اور امام بخاری نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور سب سے بڑھ کر صحابہ نے بھی اس حدیث کا مطلب نہیں سمجھا جو انھوں نے آنحضرت کے قدم چومے اور آنحضرت نے بھی اس کے عدم جواز پر توجہ نہ فرمائی حالانکہ ایک نہیں دو نہیں عبدالقیس کی ایک جماعت نے آپ کے قدم چومے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ یہ آنحضرت کے لئے مخصوص تھا اس لئے صحابہ نے کیا اور آنحضرت نے بھی اس سے ممانعت نہ کی پہلے تو اس تخصیص کی دلیل خصوصیت چاہئے اور دوسرے اسپر بھی پھر وہی اعتراض ہوگا کہ اس مطلب کو محدثین کا دماغ سمجھنے سے قاصر رہا اور معترض کا علم وفہم محدثین سے کئی نمبر بڑھا چڑھا ہے۔

[۱] گو فقہا نے لکھا ہے کہ وضو کے لئے دوسرے کی مدد جائز نہ رکھی جاوے اور دوسرے سے وضو کا پانی نہ مانگا جائے اور یہ خلاف اولیٰ ہے لیکن یہ اُس صورت میں ہے کہ جب کہ اس کا لوگوں کو حکم دیا جائے اگر بغیر طلب کے کوئی شخص یہ خدمات بجالائے تو نہ اس میں کراہت ہے نہ عدم جواز۔ بلکہ خدمت کرنیوالے کی عین سعادت ہے ؎ ہرکہ خدمت کرد او مخدوم شد

[۲] کوئی ہے جو آج یہ ثابت کر دکھائے کہ وہ اپنے شیخ کے لئے اتنا انکسار گوارا کرتا ہو اور ایسی خدمت کو باعث فخر سمجھتا ہو۔ صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ اپنے شیخ کی خدمت کر کے اُس کی دعا سے پایا ہے۔ لیکن آج کل کے طالب اپنے شیخ کیلئے ایسی خدمت کرنیکو کسر شان سمجھتے ہیں اور واہی تباہی دلائل لاتے ہیں میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہی لوگ اگر موقع ملے تو ایک دنیادار حاکم کی جوتیاں سر پر اُٹھا لینے کو تیار ہو جائیں۔ خدا کے واسطے کسی کی تعظیم کرو تو عقل مانع ہے۔ اگر دنیاوی لالچ کے واسطے تعظیم و توقیر کی جائے تو عقل مانع نہیں ہے۔ بہرحال یہ اُن کی فلسفہ دانی ہے جس پر ان کو گھمنڈ ہے۔

آپ نے میرے لئے یہ دعا دی اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ اے اللہ اسے دین میں سمجھ دے (بخاری)

ابو درداء نے کہا کہ کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اور وضو کا پانی اور تکیہ رکھنے والا نہیں ہے (ترجمۃ الباب بخاری صفحہ ۲۹ مطبوعہ مصر جلد اول) اِن باتوں کی خدمت حضرت عبد اللہ بن مسعود کو تھی ابو درداء نے اسی وجہ سے اِن کی طرف اس روایت میں اشارہ فرمایا ہے۔ جس سے واضح ہو گا کہ یہ اُمور بھی آداب میں داخل ہیں۔

ہرقل بادشاہ نے کہا تھا کہ لو کنتُ عندہٗ لغسلتُ قدمیہ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا تو آپ کے قدم دھوتا۔

(۱۶) مرشد کی طلبی پر فوراً حاضر ہو جانا چاہیئے۔

ایک صحابی آنحضرت کے یاد فرمانے پر فوراً اپنے گھر سے نکل پڑے اور اُن کے بالوں سے اُسوقت پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں (بخاری)

مرید کو چاہیئے کہ جب اس کا شیخ یاد کرے تو فوراً اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کرے اور بغیر ضرورت عذر نہ کرے[۱]۔

(۱۷) شیخ کی موجودگی میں امامت نہ کرے اور نہ اُس کی مسند پر بیٹھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی دوسرے کی حکومت میں امامت نہ کرے اور نہ اُس کے مکان میں اُس کی بے اجازت اُس کی گدی پر جا کر بیٹھے (مسلم) آج دنیا میں بھی یہی قاعدہ جاری ہے کہ کوئی شخص بغیر حکومت ملنے کے حکومت نہیں کر سکتا

---

[۱] آج کل لوگ حاکموں کے ساتھ بھی ایسا ہی ادب کرتے ہیں۔ جب کبھی وہ یاد کرتا ہے تو فوراً حاضر ہو جاتے ہیں اگر حاضر نہ ہوں تو خیال لگا رہتا ہے کہ نہ معلوم خفا ہو کر کیا معاملہ کر بیٹھے اگر ایسا ہی خیال یہاں مرید کا ہو تو کتنی اچھی بات ہے۔

اور نہ کوئی شخص حاکم کی مسند پر بیٹھ سکتا ہے اور نہ کوئی اُن کا کام دیکھ سکتا ہے۔ اگر آج عہدہ داروں کے سوا ہر شخص فیصلہ کرنے لگے تو انتظام میں بہت ساری خرابیاں پیدا ہو جائیں علیٰ ہٰذا اگر کوئی شخص حاکم کی کرسی پر جا بیٹھے تو حاکم کی وقعت جاتی رہے گی اور جو کام حاکم سے نکلتا ہے اُس میں خرابیاں پیدا ہو جائیں گی پس اسلام نے کیا اچھا ادب سکھایا ہے کہ کوئی شخص بغیر حکومت ملنے کے حکومت نہ کرے نہ حاکم کے اجلاس پر بیٹھے۔ یہی حال مرشد کا بھی ہے کہ وہ بھی اپنے علم کا حاکم ہے کوئی شخص بغیر خلافت کے مرشدی نہ کرے اور نہ اُس کی مسند پر جا بیٹھے۔

(۱۸) مرشد کے بغیر اجازت نہ بیٹھے۔

ایک شخص قوم ثقیف سے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے ثقیف انصار کا ایک شخص مجھ سے سوال کر چکا ہے تو بیٹھ جا اُسکو جواب دینے کے بعد تیری حاجت پوری کرونگا دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کو دوست رکھے کہ لوگ اسکے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں اور وہ خود بیٹھا رہے تو اُس سے کہدو کہ دوزخ میں اپنی جگہ بنالے[۱] (ابوداؤد)

(۱۹) مرشد کے آنیکی خبر ہو جائے تو مرید پر لازم ہے کہ اُس کے استقبال کیلئے جائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج کی رات مجھے کوئی ایسا نبی نہیں ملا

---

[۱] یہ حدیث اُس شخص کے حق میں تجویز ہو سکتی ہے جو کسی کے کھڑے ہونیکو اچھا سمجھتا ہو اگر ایسا نہیں ہے اور وہ خود بخود کھڑا ہے تو ادب کی بات ہے۔ آج کل لوگ حاکموں کے پاس جا کر اُن کے بغیر اجازت نہیں بیٹھتے ہیں پس مرید کو بھی بغیر شیخ کی اجازت کے بیٹھنے میں تامل ہونا چاہئے اور شیخ پر لازم ہے کہ وہ کسی کو بے ضرورت کھڑا رہنے نہ دے بلکہ فوراً اس کو بیٹھنے کا حکم دے۔ ؏ تذکرۃ السامع والمتکلم فی آداب العالم والمتعلم صفحہ (۲۳۱)

جو میرے استقبال کے لئے چلکر نہ آیا ہو اور مجھے سلام نہ کیا ہو مگر صرف ایک نبی جنکے بابت مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ یہ نوح علیہ السلام ہیں اور یہ بسبب مُسن اور طویل العمر ہونیکے مجھ پر بزرگی رکھتے ہیں اور ان کو شیخ المرسلین کہا جاتا ہے۔ پس مجھے کہا گیا کہ میں انکے پاس جاکر سلام کروں (تذکرۃ النسفی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کیلئے استقبال کو جانا چاہئے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہل علم کو بڈھے بڑوں کی تعظیم و توقیر کرنی چاہئے۔[۱]

(۳۰) مرشد کے آگے نہ چاہئے نہ بیڑی نہ سگریٹ نہ حقہ وغیرہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم کچی پیاز اور لہسن نہ کھایا کرو اور کھاکر مسجد میں نہ جایا کرو اس کی بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے (مشکوۃ)

اس حدیث میں پیاز و لہسن کھانے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ اس میں بدبو ہوتی ہے اور یہی بات تمباکو میں بھی موجود ہے۔ اس کا بھی استعمال اسیوجہ سے ناجائز قرار پاتا ہے اور ارشاد ہوا ہے کہ بدبو سے فرشتوں کو تکلیف نہ دیجائے۔ جیسے فرشتے خدا کے مقرب ہیں ایسے شیخ بھی خدا کا مقرب ہوتا ہے۔ اس کو بھی ایسی باتوں سے تکلیف نہ دیجائے۔[۲]

---

[۱] آج دنیا میں بعض اس خیال کے لوگ بھی موجود ہیں جو شیخ کے استقبال کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور طرفہ یہ کہ یہی لوگ اور عہدہ داروں کے لئے دور دور سے استقبال کو جانا نہ صرف پسند کرتے ہیں بلکہ انکو ایسا ادا کرتے ہیں جیسے ان کے حق میں یہ خدا کا فرض ہو۔

[۲] تمباکو کے استعمال کی نسبت ڈاکٹروں نے بہت سارے مضر نتائج ظاہر کئے ہیں اور جو چیز بری ہے اس کا پہلے تو استعمال ہی برا ہے اور یہ بھی برا ہے کہ اس کو ایسے شخص کے سامنے استعمال کیا جائے جو برائیوں سے منع کرتا ہے۔ ہمارا اس کے سامنے چٹا بیڑی وغیرہ پینا گویا اس کو رنجیدہ کرنا ہے اور اس زمانہ میں ایسے ناجائز حرکات کسی حاکم مجاز کے سامنے کرنے سے پرہیز کیا جاتا ہے کہ کہیں وہ اس حرکت پر سخت نوٹس نہ لے یا اس وقت کوئی سزا تجویز نہ کردے پس مرشد کے سامنے بدرجہ اولیٰ اس سے احتراز واجب ہے

(۲۱) مرشد اگر غیر سید یا قریشی یا اس کا نسب دنی وغیرہ ہو تو اس کے ساتھ بھی ادب کرنا چاہئیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر اپنے حاکم[1] کی تابعداری لازم ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہو (مشکوٰۃ)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب مسجد میں جاتے تو زید ابن اسلم کے پاس ضرور جاتے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ امام ہیں اور امام زادے ہیں اور زید غلام اور غلام زادہ ہے آپ اس کے پاس نہ جائیے فرمایا جہاں علم ہو اس کی معیت کی جاتی ہے گویا طلب علم میں نسب کی جانچ پڑتال لازمی نہیں ہے اور مشہور مقولہ ہے کہ۔

(۱) ولی (۲) عالم (۳) حکیم (۴) حاکم کی شرافت کو نسب کی احتیاج نہیں ہے۔

میں اس جگہ اس شبہ کو دور کر دینا چاہتا ہوں کہ حضرت امام علیہ السلام کا زید ابن اسلم کے پاس تشریف لیجانا اس لئے نہ تھا کہ آپ کو زید کے علم کی ضرورت تھی بلکہ آپ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں کی نظر میں علم کی وقعت قائم کی جائے۔

(۲۲) جب کوئی سائل مرشد سے پوچھنے لگے تو چاہئیے کہ خاموش بیٹھا رہے شیخ کے آگے فتویٰ ندی خدا فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (۳۶)

---

[1] زمانے نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ حاکم کسی نسل کا کیوں نہو اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور کوئی شخص اس بات کا حق نہیں رکھتا کہ وہ حاکم کی ناقدری کرے اور یہ کہتا پھرے کہ اس کا نسب خراب ہے ہم پر اس کی تابعداری فرض نہیں ہے۔ اسلام نے اس ادب کی تعلیم دیکر انتظام کی کیسی عمدہ دھاک بٹھائی ہے۔ یہی حال مرشد کا ہے کہ کسی نسل کا ہی کیوں نہو اس کی اطاعت کر کے فیضیاب ہونا چاہئیے ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی — ؛ — کہ درین راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اے ایمان والو اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے کسی کام میں پیش دستی نہ کرو۔ بعضے مفسرین نے اس آیت کے نزول کا یہ سبب بتایا ہے کہ جب کوئی سائل آنحضرت سے مسئلہ پوچھتا تو کچھ لوگ مجلس کے بیٹھنے والے جواب دینے سے پہلے ہی فتویٰ دیدیا کرتے تھے اِس لئے خدا نے ان کو ادب دینے کیواسطے اس سبقت سے منع فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے نے گفتگو میں سابقت کرنی چاہی تو آنحضرت نے اُن کو ٹوکدیا اور فرمایا الکبر الکبر (ابوداؤد) یعنے پہلے بڑے کو بولنے دو۔ ائمہ اہل حدیث سے بھی یہی آداب مروی ہیں۔

امامِ عطا فرماتے ہیں کہ میں کسی وقت کوئی حدیث کسی سے سنتا ہوں تو اسوقت اپنے آپ کو ایسا بنا لیتا ہوں کہ گویا کچھ جانتا ہی نہیں حالانکہ اُس حدیث کو میں اُس شخص کے پیدا ہونیکے پہلے سے جانتا ہوں۔

دیکھو بزرگانِ سلف شیخ کی حضوری میں سائل کا جواب دینا تو درکنار خود شیخ نے بھی کوئی بات دُہرانا بُرا سمجھتے تھے۔

چنانچہ سعید بن جبیر حدیث بیان کرتے تھے کہ اُن کے ایک شاگرد نے کوئی مطلب دوسرے بار کھلوانا چاہا رنجیدہ ہو کر فرمایا دودھ ہر وقت دُوہا نہیں جاتا۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ کہی ہوئی بات کا دہرانا بڑے پتھر کے بوجھ سے زیادہ بھاری ہے بعض اگلے بزرگ ایسا فائدہ حاصل کرنیوالے کو جھڑک دیا کرتے تھے۔

لہ آج کل بھی حاکم کے سامنے جواب دینے میں سابقت نہیں کیجاتی ہے اور سبقت کرنیوالا بے ادب مانا جاتا ہے اور حاکموں نے جو کچھ کہا اُس کو سنکر سب کے سب جی ہاں کہتے ہیں اعتراض رہا الگ بلکہ کوئی شخص حاکم سے اُس کی کہی ہوئی بات دہرا نہیں سکتا اگر مرشد نے کوئی بات سہواً کہدی یا حاکم نے غلطی کی تو اُسکو بھی مطلع کرنے کے لئے تہذیب نے آداب مقرر کئے ہیں ایک مہذب شخص کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ ہر حال میں ادب کا خیال رکھے ۱۲ تذکرۃ السامع والمتکلم فی آداب العالم والمتعلم صفحہ (۲۱۸)

(۲۳) شیخ کے آگے دوزانو مؤدب بیٹھے۔

جبرئیل علیہ السلام جب آنحضرتؐ کی خدمت میں دین کے مسئلے پوچھنے حاضر ہوئے تو دوزانو ہو کر بیٹھے تھے[1] (مشکوٰۃ)

مشہور واقعہ ہے کہ مہدی خلیفہ عباسی (جو اپنے وقت کا بادشاہ تھا) اس کے فرزند نے تکیہ لگا کر امام شریک سے کوئی مسئلہ پوچھا تو انھوں نے کچھ بھی التفات نہ کی اور یہ غصہ میں آگیا۔ اور کہا کیا خلیفہ یعنی بادشاہ کی اولاد کو آپ حقیر جانتے ہیں فرمایا علم خدا کے نزدیک بہت بزرگ ہے اسے میں کیسے ضائع کروں خلیفہ یہ سنکر مؤدب بیٹھ گیا۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا علم یوں ہی طلب کیا جاتا ہے۔[2]

امام وکیع کی مجلس میں لوگ ایسے خاموش بیٹھے رہتے گویا نماز میں ہیں امام صاحب کسی سے کوئی خلاف بات دیکھتے تو مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے۔

(۲۴) مرشد کے حکم کی تعمیل کرے اور کسی امر میں اس کی نافرمانی نہ کرے۔

خدا فرماتا ہے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ یعنی خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں جو اولی الامر ہیں ان کی بھی (تابعداری کرو) اُولِی الْاَمْر حاکم کو کہتے ہیں حاکم دنیا تو سب کو معلوم ہے لیکن دینی حاکم علماء و صلحاء ہیں جیسا کہ اس بارہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے

---

[1] دوزانو اسوقت بیٹھ سکتے ہیں جبکہ فرش پر بیٹھے ہوں اور جو کرسی پر بیٹھے ہوں تو دو زانو کا لحاظ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اسمیں معذوری ہے مگر پیروں کو ادب کے ساتھ نیچے لٹکائے رکھیں تکیہ لگا کر نہ بیٹھیں حاکموں وغیرہ کے روبرو ایسا ہی ادب کیا جاتا ہے یہی ادب شیخ کیلئے بھی کیا جائے کیونکہ وہ بھی اپنے ماتحتین (مریدوں) میں حاکم ہوا کرتا ہے۔

[2] تذکرۃ السامع والمتکلم فی الاداب العالم والمتعلم۔

پس اُستاد و مرشد بھی اِس میں داخل ہیں لہٰذا اِن سب کی تابعداری بھی ہم پر لازم ہے۔

قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام خضرؑ سے ملے اور علم رشد سیکھنے کی ان سے درخواست کی تو خضر نے فرمایا اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا تم میرے ہمراہ رہ کر صبر نہ کر سکو گے موسیٰؑ نے جواب دیا۔ سَتَجِدُنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا خدا نے چاہا تو آپ مجھکو صابر پائیں گے اور میں کسی امر میں آپ کی نافرمانی نہ کرونگا۔

اِس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرشد کی نافرمانی کسی امر میں بھی نہ کیجائے۔

(۲۵) مرشد کے کسی بات پر اعتراض نہ کرے گو وہ بظاہر خلاف ہی کیوں نہ معلوم ہوتی ہو[1]

قرآن شریف میں مذکور ہے کہ خضرؑ نے کئی کام ایسے کئے جو موسیٰ علیہ السلام کو بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتے تھے اِس لئے وہ ہر دفعہ ان پر اعتراض کرتے رہے باوجودیکہ خضر موسیٰ کو ان کا وہ وعدہ یاد دلاتے تھے جس میں اعتراض نہ کرنے اور صبر کرنیکا یقین دلایا گیا تھا بالآخر جب موسیٰ صبر نہ کر سکے یعنے ان پر برابر اعتراض کرتے رہے تو خضر نے موسیٰ کو یہ کہکر اپنے پاس سے

---

[1] یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کے گناہ میں بھی ان کی اطاعت کیجائے حالانکہ رسول خدا نے فرمایا ہے لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ جہاں خدا کا گناہ ہوتا ہو وہاں مخلوق کی تابعداری لازم نہیں ٹھیک ہے مگر مرشد پہلے تو ایسا حکم دیگا ہی نہیں جسمیں گناہ ہو اور جو دیگا تو وہ خود طبیب روحانی ہے دیکھ سمجھ کر دیگا پس مرید کو جو بحیثیت ایک بیمار کے ہے مرشد کی تابعداری ضرور ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیماروں کو اونٹوں کا پیشاب پلانیکا حکم دیا تھا۔ حالانکہ پیشاب نجس اور حرام ہے علماء کہتے ہیں کہ بذریعہ وحی آپ نے اُس کی دوا معلوم کر لی تھی۔ پس مرشد کامل بھی بذریعہ الہام کے بعض ایسی دواؤں کو معلوم کر لیتا ہے دنیا میں بھی اسکی مثال مل سکتی ہے حاکم اگر مناسب سمجھتا ہے تو بعینہٖ مقدمہ کے لحاظ سے مقدمہ کی جانچ پڑتال کیلئے اپنے افسر بالا سے خاص احکامات حاصل کر لیتا ہے جس کی نظیر قانون میں نہیں مل سکتی مگر پھر بھی ایسے حاکم کا حکم قانون کی رو سے ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ صیغہ دار سے بڑھ کر عہدہ دار قانون جاننے والا ہوتا ہے اِس لئے وہ جو کچھ کرتا ہے سوچ سمجھ کر کرتا ہے اِس لئے اس کا حکم قانون کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا؛

علیحدہ کردیا ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ ۔

طالب کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے شیخ پر اعتراض نہ کرے کیونکہ اعتراض ہی جدائی کا باعث ہوجاتا ہے۔

ہاں اُسوقت تک صبر کرے کہ حقیقت حال خود اس کے رُوبرو اس کا شیخ بیان کردے کیونکہ یہ بھی مرشد کے فرائض میں ہے اس لئے داخل ہے کہ مغالطہ نہ ہوجائے خضر نے آخر ساری حقیقت بیان کرکے موسیٰ کی تشفی فرمادی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے رسول خدا فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ خضر کے ساتھ رہ کر صبر کرتے اور ان سے کچھ بھی نہ پوچھتے تو آگے چلکر خدا خود ان سے یہ ساری حقیقت بیان کردیتا اس حدیث میں بھی شیخ پر اعتراض نہ کرنے کی ترغیب اور پھر آئندہ چلکر یہی باتیں خدا کے ذریعہ معلوم ہوجانیکی اُمید دلائی گئی ہے۔

(۲۶) مرشد کی طرف سے اپنے دل میں کسی قسم کا کینہ نہ رکھنا چاہئے اور جو بشریت سے دل میں کوئی بات آبھی جائے تو اس کو دور کردیا جائے۔

خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں ہم کو اس دعا کی تعلیم دی ہے (وَلَا تَجْعَلْ فِیْ

---

[۱] دنیا میں بھی ایسے معاملات پیش آتے رہتے ہیں چنانچہ بعض نازک اور اہم مقدمے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے واقعات کو چھپا رکھنا حکام وقت کے حق میں مصلحت پر مبنی ہوتا ہے حاکم کا فیصلہ ہوجانیکے بعد ہم کو چونکہ واقعات کا علم نہیں ہوتا اس لئے فیصلہ کو بظاہر خلاف قانون سمجھتے رہتے ہیں پھر جب حاکم ہم پر واقعات کو ظاہر کردیتا ہے تو ہم خود بخود قائل ہوجاتے ہیں کہ حاکم نے جو کام کیا بہت اچھا کیا اور قانون کے موافق کیا۔

یہی حال مرشد کامل کا بھی ہے کہ وہ اصل واقعات کو بعض وقت اپنے مریدوں سے چھپائے رکھتا ہے اِس لئے مریدوں کو لاعلمی سے کچھ نہ کچھ بدگمانی کا موقع مل جاتا ہے مگر خدا نے یہ بتادیا کہ ایسا نہ کرنا چاہئے۔

قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی اے پروردگار مسلمانوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ نہ رکھ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے میرے چھوٹے بیٹے کوئی رات یا کوئی دن تجھ پر ایسا نہ گذرنے پائے کہ اس میں کسی مسلمان کی طرف سے تیرے دل میں حسد و بغض کی آگ بھڑک رہی ہو۔ یہہ میری سنت ہے جو شخص میری سنت پر عمل کرے گا خدا اس کو میرے ساتھ جنت میں رکھیگا (مشکوٰۃ) کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

کفر ہست در طریقت ما کینہ داشتن آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

جب یہ بات عام کے لئے ناجائز ہے تو اپنے شیخ کے لئے کیسے جائز ہوسکے گی حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ اپنی شیخ کی طرف سے دل میں کوئی خطرہ[1] آجائے تو اسکو فوراً نکال دے اور اس کے دفعیہ کیلئے یہ دعا پڑھ لیا کرے (وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا الخ)

(۲۷) مرشد کی نسبت مرید یہ خیال رکھے کہ میری ہدایت کیلئے دنیا میں اس سے بہتر اور کوئی مرشد نہیں ملسکتا۔

---

[1] وہ تو شیطان کی طرف سے طالب کے دل میں ایسے خطرات آجایا کرتے ہیں خطروں کی شکلیں مختلف ہوا کرتی ہیں کبھی تو کینہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ فلاں مرشد کے مرید بکثرت ہیں انکی مریدی میں داخل ہوتا تو اچھا ہوتا یا وہ مرشد بڑا اللہ والا ہے غرض کہ ایسے خیالات کو جگہ دیکر کئی کئی جگہ بیعت کرنے لگتا ہے اور ایسا شخص عام طور پر موٹے لفظوں میں ہرجائی مشہور ہوتا ہے اور اسکی نسبت قطع ہوجاتی ہے بڑا جہان تک خیال ہے ہر جگہ بیعت کیلئے وہی بھاگا بھاگا پھرتا ہے جو محض نٹھا ہوتا ہے کیونکہ ریاضت تو اس سے ہو نہیں سکتی اسلئے وہ چاہتا ہے کہ اسکو کسی دوسری جگہ سے بے ریاضت کئے ہوئے کچھ حاصل ہوجائے اسیوجہ سے وہ ایسے مرشد کی تلاش میں لگا رہتا ہے جسکی لوگ زیادہ تعریف کرتے ہوں یا جسکی زیادہ شہرت ہو یا جسکے مرید بکثرت ہوں جہاں میں نے کوئی بات بھی کسی کی نسبت سن پایا تو وہاں پہنچتا ہے جب وہاں بھی ریاضت کا نام سنا تو بھاگا۔ بہرحال اپنی عمر کا حصہ ایسی ہی تلاش میں گزار دیتا ہے کاش یہ اس قول پر عمل کرتا۔ یک در گیر محکم گیر یعنی محکم ایک جگہ اللہ اللہ کرتے بیٹھے رہتا۔ پیر من خس است اعتقاد من بس است۔

اگرچہ یہ بات بظاہر آیت وفوق کل ذی علم علیم کے خلاف ہے مگر اس میں بڑی مصلحت ہے کیونکہ جب تک طالب ایسا خیال نہ کرے گا اُس کا اعتقاد برابر نہ رہے گا اور اس کی کوئی بات نہ مانے گا اور ہم نے اوپر تصفیہ کر دیا ہے کہ گو بعض باتیں بظاہر خلاف معلوم ہوتی ہیں مگر در اصل اس میں کوئی خلاف نہیں ہوتا اس لئے یہ بات وعملوا الصلحت کے موافق پڑ جاتی ہے کیونکہ جب عمل صالح کا حکم ہوا ہے تو جس کی بدولت عمل صالح پیدا ہوتے ہوں اس کو بھی اختیار کرنے کا حکم بھی نکلتا ہے اور حدیث میں ہے کہ لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ الخ (مشکوٰۃ)

اِس حدیث میں حضورِ انورؐ نے ایسی محبت کی ترغیب دلائی ہے جس کا پلہ ساری محبتوں سے بھاری ہو اور یہ ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کی ایسی محبت ایمان میں کمال پیدا کرنے کے لئے ضرور ہے چونکہ آنحضرتؐ کے ساتھ مبتدی کو ایسی محبت کا پیدا کرنا بغیر آپ کے دیکھے ہوئے دشوار تھا اِس لئے صوفیہ نے مرشد کو آپ کا برزخ قرار دیکر محبت کا پہلا زینہ تجویز کیا ہے تاکہ آپ سے بھاری اور وزن دار محبت پیدا ہونے میں آسانی ہو[1]۔

(۴۸) مرشد کا دل آزردہ کرنا بہت بُرا ہے۔

ہم نے اوپر ظاہر کر دیا ہے کہ مرشد بنص قرآنی ولی ہے تو ولی کی عداوت[2] خدا کی

---

[1] دنیا میں بھی اسکی مثال موجود ہے اگرچہ عہدہ دار ہم سے ہوا کرتے ہیں لیکن ہم اپنے عہدہ دار کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں اور ایسے ہی جو ہم سے اسکی زیادہ تابعداری کرتے ہیں جسطرح یہ حکم ہمارے لئے خلاف قانون نہیں اسیطرح ہمارا اس قسم کا ادب بھی شیخ کے ساتھ خلاف قرآن نہیں ہے

[2] اگر کوئی شخص دنیا میں اپنے حاکم بالادست کا دشمن ثابت ہو جائے تو سرکار اسکی مدعی ہو جاتی ہے کیونکہ حاکم بادشاہ کا نائب ہوتا ہے مرشد بھی خدائی گورنمنٹ کا نائب ہوتا ہے۔

عداوت ہے اس کا مقابلہ خدا کا مقابلہ ہے آزردہ کرنے کے مختلف ذرائع ہیں ہیں چند ذرائع نمونتاً یہاں پیش کرتا ہوں۔

(۱) جو بات ناپسند ہوتی ہو اس پر دلیری کرنا۔

(۲) اس کے حکم کے خلاف کرنا۔

(۳) اس کے ہوتے ہوئے دوسرے مرشد کے پاس بھاگے بھاگے پھرنا۔

(۴) دوسرے مرشدوں کی مبالغہ کے ساتھ تعریف کرنا۔

حدیث میں خدا کا فرمان یوں مذکور ہے مَنْ عَادٰلِی ولیا فقد اٰذنتہ الحرب (بخاری) جو میرے ولی سے عداوت کرے میں اس کو لڑائی کی اطلاع دیتا ہوں (یعنی وہ شخص ہے جس سے خدا لڑنے کیلئے چیلنج دیتا ہے)۔

(۲۹) مرشد کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھنا نہیں چاہیئے بلا اجازت مرشد کے گھر میں نہ جائے۔ مرشد کو اپنی گذر بسر کا ذریعہ نہ بنائے۔

خدا فرماتا ہے یاایّھا الذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوت النبی الّا ان یؤذن لکم الی طعام غیر ناظرین اناہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذٰلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق:

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں بے اجازت نہ جایا کرو اور وہاں کھانا پکنے کا انتظار بھی نہ کرو مگر جب تم کو بلایا جائے تو جاؤ اور جب کھا چکو تو وہاں سے چل نکلو باتوں میں جی لگائے بیٹھے نہ رہو کیونکہ نبی کو ان باتوں سے ایذا ہوتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں اور خدا حق بات سے شرم نہیں کرتا۔

یہ آیۂ پاک بھی ہم کو بطور خاص اس بات پر متوجہ کرتی ہے کہ شیخ (جو نبی کا نائب ہوتا ہے)

کے ساتھ ہم کو ایسا ہی ادب کرنا چاہئے بخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ بلا ضرورت مرشد کے گھر پر جاتے ہیں اور مہینوں اِس کے گھر پڑے رہتے ہیں اور خواہ مخواہ اِدھر اُدھر کے قصے چھیڑ کر اس کو اپنے سامنے بٹھا رکھتے ہیں۔ یہ سب امور آداب کے منافی ہیں۔ طالبین کو اس کی احتیاط رکھنی چاہئے۔

(۳۰) مرشد کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے اِدھر اُدھر نہ دیکھا کرے بلکہ ادب سے سر جھکائے رکھے۔ عبد اللہ بن بریدہ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک میں حاضر رہتے تو عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص حضرت کی طرف سر نہ اُٹھاتا تھا۔ روایت کیا حاکم نے اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

صحابہ وائمہ حدیث نے بھی اپنے شیوخ کا ایسا ہی ادب کیا ہے چنانچہ عبد الرحمن بن قرط کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ حلقہ باندھکر بیٹھے ہیں اور ایسے سر جھکائے ہوئے ہیں کہ گویا اِن کے گردنوں پر سر ہی نہیں ہے اور ایک بزرگ حدیث بیان کر رہے ہیں۔ غور سے دیکھا تو وہ حذیفہ رض تھے۔

ل ہم دور کیوں جائیں دنیا میں اس کی زندہ مثال موجود ہے حاکم وقت یا کسی محکمہ کا افسر اعلیٰ جب کوئی حکم سناتا ہے یا بات چیت کرتا ہے تو حاضرین فرط ادب سے تصویر بن جاتے ہیں۔ اور سب کی نظریں نیچی ہو جاتی ہیں۔ مرشد و استاد بھی تو آخر ہمارے مذہبی عہدہ دار ہیں۔ اِن کی مجلس ارشاد میں بھی ہم کو ایسا ہی ادب کرنا چاہئے حال ہی کا ذکر ہے دکن میں حضرت مولانا سید زین العابدین علی باقری الحسینی نقشبندی چشتی رح ایک بزرگ گزرے ہیں شاہ صاحب کی مجلس میں راقم الحروف بھی ایک دن حاضر تھا آداب شیخ پر گفتگو ہو رہی تھی شاہ صاحب نے فرمایا۔ ادب ہی تصوف کا خلاصہ ہے اور غیر مسلموں پر اس کا اچھا اثر پڑتا ہے کئی غیر مسلموں نے اسلامی آداب ہی کو دیکھکر اسلام قبول کیا ہے چنانچہ شاہ صاحب کی مجلس ادب کو دیکھکر ایک آریہ نے اسلام قبول کر لیا تھا کتب سیر میں ایسے کئی واقعات موجود ہیں کہ اسلامی اخلاق و آداب نے غیر مسلموں پر کیا اثر کیا تھا اور وہ کسطرح جلد اسلام کی طرف مائل ہو گئے تھے ؛

(۳۱) مرشد کے پاس ناپاک حالت میں نہیں جانا چاہیے۔

صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتے تو دربار نبوت کے عظمت و ادب کے لحاظ سے خاص طور پر پاک کپڑے زیب تن کر لیتے اور بغیر طہارت کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے چنانچہ مدینہ کے کسی راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ کا سامنا ہو گیا انکو نہانے کی ضرورت تھی گوارا نہ ہوا کہ اس حالت میں آپ کے سامنے آئیں آپ کو دیکھ کر کترا گئے اور غسل کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے دیکھا تو فرمایا ابوہریرہ کہاں تھے؟ بولے کہ میں پاک نہ تھا اس لئے آپ کے پاس حاضر ہونا نہیں پسند کیا۔ ناپاکی تو ایک بڑی بات ہے لیکن حضرات صوفیہ نے اپنے شیوخ کی خدمت میں بے وضو جانا بھی بے ادبی سمجھا۔

(۳۲) مرشد اگر راستہ میں پیدل مل جائے اور ہم سواری میں ہوں تو آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنی چاہیے

ایک بار ایک صحابی گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدل دیکھا کہ جا رہے ہیں فرطِ ادب سے پیچھے ہٹ گئے اور آگے بڑھ کر آپ کو سوار کرانا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو البتہ اگر تمہاری اجازت ہے تو میں آگے بیٹھ سکتا ہوں۔ (اسوۂ صحابہ بحوالہ ابوداؤد)

حضرات صوفیائے کرام نے بھی اپنے شیوخ کا ایسا ہی ادب کیا ہے چنانچہ متاخرین صوفیہ میں حضرت مسکین شاہ صاحبؒ نقشبندی ایک مشہور باخدا بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دن شاہ صاحب کے ایک مرید گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے راستہ میں شاہ صاحب کو پیدل جاتے ہوئے دیکھ لیا تو گھوڑے سے اتر پڑے اور آگے بڑھ کر عرض کی سوار ہو لیجئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں یہ عرب کا گدھا نہیں ہے کہ میں اور تم ایک ساتھ سوار ہو جائیں اونٹ یا خچر ہوتا تو اور بات تھی باوصف اس انکاری جواب کے وہ گھوڑے پر سوار نہ ہوئے پیدل ہی چلتے رہے۔ کیا عہد حاضر میں اسکی مثال ملیگی؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں اب اس عزت و ادب کے مستحق تو حکام رہ گئے ہیں انکے سامنے سواری میں ہو کر گذرنا سوء ادبی سمجھا جاتا ہے کیا اس دہریت کے زمانہ میں ہمارا تعلیم یافتہ روشن خیال طبقہ ان اسلامی آداب کی ضرورت سے انکار کریگا جو اس رسالہ میں جمع کئے گئے ہیں

عابدی

تقاریظ

از مولانا مرزا سلطان احمد صاحب بی اے پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب بالقابہ

ادب تاجیست از لطفِ الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

حضرت مولانا عابدی صاحب نے آداب مرشد لکھکر اس عقیدت حسنہ پر روشنی ڈالی ہے جو ارادتمندی کی صورت میں عملی پہلو سے مریدوں پر واجب اور لازمی ہے مرید کس وقت ہوتا ہے جب کسی پیر اور مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ بیعت کیا ہے؟ کسی کے تفویض میں اپنے دل و دماغ اپنی حرکات اور اپنے افعال کو دیدینا جب ہم بیعت کر لیتے ہیں تو ہماری روحانی زندگی از سرتاپا مرشد ہی کی نگرانی میں منتقل ہوجاتی ہے۔

عقیدت دل سے ہوتی ہے اور عقیدت کا اظہار افعال اور اعمال سے ہوتا ہے محض عقیدتِ مرشد کافی نہیں جب تک عقیدت کے ساتھ سلسلۂ آداب بھی مرعی نہ رہے حضرت عابدی نے آداب مرشد میں بوجوہ شرعیہ اور بہ ازدیاد اقوال مشاہیرِ ملت ضروری آداب کی تفصیل جس عمدگی سے کی ہے وہ ارادتمندوں کے واسطے گویا ایک دستور العمل ہے۔

ارادتمند معلوم کر سکتے ہیں کہ پیرانِ عظام اور ہادیانِ ذوی الاحترام لازمی طور پر کن کن آداب کے قابل اور مستحق ہیں مرشد و پیر کا درجہ والدین سے بھی زیادہ ہے کیونکہ والدین صرف جسمانی رنگ میں ہی اولاد کے نگران اور رہبر ہوتے ہیں پیر و مرشد روحانی رنگ میں یہ فرائض پورے کرتے ہیں ولادت اول کے بعد پیر و مرشد کی کوشش اور فیض سے روحانی رنگ میں مریدوں کی ولادت ثانی ہوتی ہے۔

قرآنِ مجید میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے والدین کی عزت کرو اور ان کے ساتھ احسان

پیش آؤ۔

اسی سے پتہ لگ سکتا ہے کہ روحانی والدین کے ساتھ عزت اور احترام کے فرائض کیا کچھ ہو سکتے ہیں اور کہاں تک ضرورت ہے لوگ کہا کرتے ہیں کہ مرشد بھی پکڑا اور کچھ فیض بھی نہ ہوا۔ یہ بھی ایک فریب وہ تخیل ہے جب تک پیر کے ساتھ عقیدت اور عقیدت کیساتھ پیرو مرشد کا احترام اور ادب نہو تب تک برکات اور فیوض کا نزول کیونکر ہو سکتا ہے۔

نری بیعت کرنا ہی کافی نہیں ہے۔ عقیدت علمی کی بھی ضرورت ہے عقیدتِ علمی کیا ہے آداب مرشد احترام مرشد و والدین کو صرف والدین کہکر واجبی خدمات اور ضروری آداب سے محروم رکھنا عزت اور احترام نہیں ہے۔

جب تک پیرو مرشد کے واجبی آداب کا مرید ایفاء نہ کریں تب تک ارادتمندی نہیں ہو سکتی۔ اور بیعت کی تکمیل ادھوری رہتی ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ رسالہ آداب مرشد پیروں مرشدوں اور مریدوں کے حلقوں میں خوشی کے ساتھ خیر مقدم اور اعتراف کیا جائے گا۔ نہایت سلجھی ہوئی عبارت اور متانت وسلاست سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے ہر ایک قسم کے مرشد اور مرید اِس سے بہ سہولت مستفید ہو سکتے ہیں کیونکہ جو مرشد اور جو پیر مریدوں سے آداب کی اُمید رکھتے ہیں وہ بھی کسی کے مرید ہی ہوتے ہیں اسواسطے خود مرشدوں کے واسطے بھی یہ رسالہ ایک گائیڈ ہے۔

ہم حضرت عابدی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے آداب مرشد لکھکر روحانی اولاد اور وجدانی اعتقاد کے واسطے ادبی رنگ میں ایک ایسی راہ کھولدی ہے جس پر وہ عقیدت کے ساتھ سالک ہو سکتے ہیں عقیدت مقدم ہے لیکن اِس کے ساتھ ہی عقیدت کا عملی ثبوت بھی ضروری ہے جسکی تعبیر آداب مرشد ہی ہو سکتی ہے۔

رسالہ آداب مرشد صرف مریدوں کے واسطے مفید نہیں بلکہ اخلاقی رنگ میں ہر شخص اِس سے مستفید ہو سکتا ہے کیونکہ ہر رنگ میں اور ہر نوع ارادت کے واسطے آداب کی ضرورت ہے اور آداب مختصہ وہی آداب ہیں جو تمدنی اور اخلاقی رنگ میں بھی واجبی ہیں رسالۂ آداب مرشد میں جو آداب بیان ہوئے ہیں یہ اجنبی اور بیگانہ نہیں ہیں۔ ہر مجلس مرشد اور ہر محفل صوفیائے عظام میں ان پر مہر ضرورت لگائی گئی ہے خدا مریدین کو عمل کی توفیق دے ؎

آمین

فاضل علیم السہیم مولٰنا عبد اللہ العمادی رکن دار الترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن

وہ رحمت عام جو دنیا کے ڈانڈے آخرت سے ملاتی ہے جو دنیا داروں کو ربّنا آتنا من لدنک رحمۃ سے روشناس کراتی ہے جو طلبگاران عقبٰی کو ھی لنا من امرنا رشدا کا سبق پڑھاتی ہے اُسی کا مقدس عموم ہے جو زمانہ کو رشد وہدایت کے خصوص میں کبھی اعبد اللہ کانک تراہ کی تعلیم دیتا ہے اور کبھی فان لم تستطع فانہ یراک کی تبلیغ تلقین کرتا ہے یہ رشد برحق بہ مرشد مطلق مبدء فیاض کی وہ موہبت عظمیٰ ہے جس کے آداب اس کتاب میں مدوّن ہیں۔

اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف مولوی محمد عبد الغفور صاحب عابدی کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ بہترین انداز اور بدیع ترین پرواز میں جو شریعت کی جان اور حقیقت کی روح رواں ہے اس کی تدوین کی اور طرز تدوین وہ اختیار کیا جس نے شیخ عبد الکریم بن ہوازن القشیری

یاد تازہ کردی حشرنا اللّٰہ وایاہ مع السابقین الاولین وجعل لنا ولہ لسان صدق فی الآخرین ؁

جناب مولانا میر عالم صاحب علیبیگ مقیم حیدرآباد دکن محلہ سلطان پورہ

مولوی محمد عبدالغفور صاحب عابدی نے زمانہ کی معاشرت کا لحاظ کر کے رسالہ آداب مرشد تحریر کیا ہے اور اس میں نص قرآنی اور احادیث قدسیہ سے ثبوت دیا ہے قابل تحسین و آفرین ہے۔

چونکہ فاضل مولانا نے علم ظاہر و علم باطن سے اس رسالہ میں بحث کی ہے اُس کی بابت میں کچھ عرض کرتا ہوں علم باطن کی بحث اہل بصیرت کیلئے بہت گنجائش رکھتی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ علم دین دو قسم پر ہے ایک علم ظاہر دوسرا علم باطن۔ اور ان علوم کے جاننے والوں کو علماء ظاہر و علماء باطن سے تعبیر کیا جاتا ہے اب ہم کو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ان دونوں فرقوں میں سے کونسا فرقہ العلماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل اور العلماء ورثۃ الانبیاء کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے اس امر کے معلوم کرنے کے لئے انبیاء اور علما کے اوصاف کی مطابقت ہونا لازم ہے۔ یعنے یہ دیکھنا چاہیے کہ علماء ظاہر اور علماء باطن کون کون سے اوصاف میں انبیا کے اوصاف کے موافق ہیں۔

(اوّل) ہدایت۔

یہ صفت انبیا کی ہے مگر علماء ظاہر اور باطن میں بھی پائی جاتی ہے جب مخلوق ہدایت کو نہیں مانتی تو انبیاء کو معجزہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے علماء باطن تو کرامت کے ذریعے اس صفت میں انبیا کے مطابق ہو جاتے ہیں مگر علماء ظواہر اس میں مجبور محض ہیں اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ علماء ظواہر العلماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل اور العلماء ورثت الانبیاء کے مصداق نہیں ہوسکتے اسواسطے کہ ہدایت کے ایک جز میں بالکل ناقص ہیں لیکن علماء ظاہر کو العلماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل اور العلماء ورثت الانبیاء کے مصداق ہونیکا ہمیشہ دعویٰ رہا ہے یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے۔

(دوم) اخلاق یہ صفت بھی انبیاء اور علماء میں مشترک ہے اِس میں بھی علماء باطن نے ہی حصہ لیا ہے اور علماء ظواہر کے ہاں اُن کے مخالف کو تکفیر کا ڈنڈا موجود ہے۔

(سوم) تجسس۔ گو اس میں بھی علماء ظواہر نے بجد سعی فرمائی ہے مگر

(پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود)

علماء ظواہر کے یہاں معیار صحت فقط اسناد ہے خواہ وہ اخلاقِ نبی سے قریب ہو یا بعید۔ غرض کہ بجید اوصافِ نبوت ہیں جو علمائے ظواہر میں نہیں پائے جاتے اور بہت سے ایسے اوصاف ہیں جن میں ناقص ہیں۔

قول فیصل۔

جب کیفیت علماء ظواہر اور علماء باطن کی معلوم ہو گئی تو اب یہ خیال کرنا چاہئے کہ علماء میں وہ کون سے افراد ہیں جو اوصاف نبوت کے ساتھ موصوف ہوسکتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ وہ بزرگانِ دین جو علومِ ظاہر اور علومِ باطن دونوں سے معمور تھے جیسے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاء کرام جنکو علوم ظاہر باطن دونوں حاصل تھے مثل حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ وحضرات خواجہ معین الدین چشتی وحضرت محی الدین ابن عربی وحضرت امام غزالی رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم وغیرہ مگر اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں کسی مسئلہ کا فیصلہ ان بزرگانِ دین سے نہیں پایا جاتا حالانکہ یہ بزرگ سب صاحب تصانیف تھے اور صدہا کتابیں اِن بزرگوں کی دنیا میں

موجود ہیں بلکہ تمام اقوال اُن بزرگوں کے پائے جاتے ہیں کہ جن علوم کا ان کو بانی قرار دیتے ہیں اُس علم کی ایک کتاب بھی دنیا میں موجود نہیں ہے اب اس کا فیصلہ جملہ اہل اسلام خود فرمالیں کہ یہ کیا راز ہے۔ مولانا عابدی صاحب نے اِسی ضرورت کو سمجھکر یہ رسالہ تحریر کیا ہے اور علوم باطنہ کی مخفی گرہ کھول دی ہے اور صاف صاف بتایا ہے کہ علوم باطنی کی تعلیم بے اصل نہیں ہے قرآن و حدیث دونوں اس تعلیم کے مؤید ہیں۔ مؤلف نے جو آداب اِس رسالہ میں پیر طریقت کے تبلائے ہیں اُس کے مصداق پیغمبر اسلام کی تبعیت میں حضراتِ صوفیہ کرام ہی ہیں ہر مسلمان کو اِن حضرات کا بھی ادب ملحوظ رکھنا لازمی ہے ؛

فاضل اجل مولانا عبد الجلیل صاحب نعمانی محدثِ مصطفیٰ آبادی

مولانا عابدی صاحب کا مؤلفہ رسالہ آداب مرشد میں نے اول سے آخر تک دیکھا۔ اگرچہ آداب پر اور بھی رسائل لکھے گئے ہیں لیکن میں اس کو بیحد پسند کرتا ہوں کیونکہ فاضل مولف نے ہر ادب کو قرآن و حدیث سے مدلل کیا ہے یہی وہ خصوصیت ہے جو دیگر کتب میں میں نے نہیں پائی پیر کی ضرورت پر جو بحث کی گئی ہے وہ عقلی و نقلی دونوں پہلوؤں سے جامع و مانع ہے مولانا کو خدا جزائے خیر دے کہ انھوں نے اِس مادیت کے زمانہ میں نہایت قابلیت سے تصوف و اہل تصوف کا دستور العمل مرتب کر دیا ہے میں دعا کرتا ہوں کہ پروردگار عالم اِس رسالہ کو مقبول خاص و عام کرے ؛

واعظ اسلام مولٰنا نظام الدین احمد صاحب جھجری واعظ دولت آصفیہ

رسالہ آداب مرشد میں نے دیکھا مرشد کی ضرورت اور آداب پر علمی رنگ میں فاضل مؤلف نے جن دلائل سے استدلال فرمایا ہے وہ بہت مؤثر و اعلیٰ ہیں میں دعا کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ مؤلف کو اِس کی جزائے خیر دے ؛

جناب مولٰنا عبد اللطیف صاحب مولوی فاضل پروفیسر مدرسہ اعزہ آصفیہ دکن

رسالہ آداب مرشد میں نے پڑھا۔ بہت مفید چیز ہے۔ تصوّف پر ہی کیا موقوف ہے کوئی علم ہو کوئی فن ہو بغیر اعانت رہنما حاصل نہیں ہو سکتا۔ علم باطن کے اثبات میں قرآنِ شریف سے جو آیات اس رسالہ میں لائے گئے ہیں اِس سے فاضل مؤلف کی قابلیت کا جوہر نمایاں ہے مجھے اُمید ہے کہ یہ رسالہ سرگشتگانِ بادیہ تصوف کیلئے سچا مرشد اور حقیقی خضر طریقت ثابت ہوگا۔ خدا حسنِ قبول عطا فرمائے۔

مجدد طریقہ اکبریہ حضرت مولٰنا غوثی شاہ صاحب اکبری چشتی قادری دامت برکاتہم

برادر طریقت مولٰنا عابدی زاد اللہ علمہ و فہمہ کا مؤلفہ رسالہ آداب مرشد میں نے پڑھا۔ میرے خیال میں یہ اپنی طرز کا پہلا رسالہ ہے فی زمانہ ایسی کتاب کی سخت ضرورت تھی جو تعلیم یافتہ طبقہ کو یہ بتائے کہ پیر کے آداب کیا ہیں وہ کس پایہ کا انسان ہوتا ہے۔ پیر کی ضرورت کا مضمون بیحد مفید ہے میں ایک عرصہ سے اسکی ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ پیر کی ضرورت علمی و فلسفیانہ رنگ میں ہونی چاہئے سو بحمد اللہ فاضل مولٰنا نے اِس کمی کو پورا کر دیا ہے اور آئندہ اس موضوع

پر لکھنے والوں کیلئے ایک راستہ کھولدیا ہے میں دعا کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اِس رسالہ کو مقبول خاص و عام کرے ۔

حضرت مولانا محمد سید چندہ حسینی صاحب القادری شاہ نامی کوسور نظامی مد فیضہ

یہ ایک جدید اور بہت مفید کتاب ہے جسکو میرے برادر طریقت جناب مولانا عابد علی صاحب نظامی نے مدون فرمایا ہے اِس میں شیخ کے آداب پر نہایت تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ جبکہ اس چودھویں صدی میں لوگوں نے مراتب شیخ ہی سے کنارہ کشی نہیں اختیار کی ہے بلکہ انھوں نے اپنے بزرگوں، پیشواؤں، اُستادوں، رہبروں کی بھی توہین و تذلیل گوارا کرلیا ہے تو اِس کتاب کا مطالعہ ان کو بتادیگا کہ شیخ و اُستاد کی محترم ہستی کس عزت کی مستحق ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ بزرگانِ دین کی شان میں بلا سوچے سمجھے ردّ و قدح کرنے لگتے ہیں یہی بات اُن کی گمراہی کا باعث ہوتی ہے فاضل مصنف نے بڑی عرق ریزی و جگر کاوی سے اِس نسخہ کو مرتب کرکے ملک کے سامنے پیش کیا ہے اور بتادیا ہے کہ قوم کو اپنے پیشواؤں کا کسقدر ادب احترام رکھنا ضروری ہے،

الغرض کتاب اپنی نوعیت میں واحد ہے جس کی فی زمانا سخت ضرورت تھی اس لئے بھی کہ ملک و قوم میں زندیق و خوگر الحاد فرقوں نے اپنی نشر و اشاعت سے اسلاف کی روایتی کارناموں پر پانی پھیر دیا تھا اب ایسی اور اس جیسی تصنیفات سے وہ خود گرداب خجالت و بطالت میں پڑکر ہمیشہ کیلئے "خس کم جہاں پاک کی دلیل ثابت ہوں گے۔

بدز گستاخی کسوفِ آفتاب ، شد عزازیلے زجرأت رد باب ، از خدا خواہیم توفیق ادب ، بے ادب محروم ماند از فضل رب ،

مجبوب القلوب حضرت مولانا ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب ہلالی شاہ نظامی

میری رائے میں رسالۂ آداب مرشد مریدین کی جماعتوں کو خواہ وہ کسی سلسلہ کے ہوں از حد مفید ہوگا۔ کیونکہ اس میں جن دلائل سے مرشد کی ضرورت اور آداب کو بیان کیا گیا ہے وہ بہت مؤثر اور اعلیٰ ہیں۔

مجھے امید ہے کہ تمام مشائخ طریقت اس مفید رسالہ کو اپنے مریدین و متوسلین میں شایع کرنے کی سعی فرمائیں گے۔

اصول تعلیم و اعظم الاخلاق

مصنفہ

مولوی سید منظر علی صاحب

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد صحیح تعلیم و تربیت اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ ہو تو اصول تعلیم و اعظم الاخلاق کا ضرور مطالعہ فرمائیے۔

بیاض عاشقان یعنی دیوان ثانی

ڈاکٹر محمد قمر الدین ہلالی شاہ کے کلام کا

دوسرا مجموعہ ہے اگر آپ دل میں چٹکیاں لینے والی شاعری کا لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بیاض عاشقان پڑھیے اگر آپ کو قوالوں سے مؤثر اور ذوق پیدا کرنے والا کلام سننا ہے تو بیاض عاشقان کا کوئی حصہ ان کو یاد کرا دیجئے۔ قیمت عہ

فہرست تصانیف عابدی شاہ نظامی

اہل قبلہ - اس میں عالمگیر مسئلہ تکفیر مسلمانان پر تمام روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ جو کفر بازی کا طوفان ہندوستان میں برپا ہے اس کو دور کرنیکی سعی کی گئی ہے - بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں بدلائل واضح یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن - حدیث - فقہ اور تصوف کی رو سے دیگر فرقہائے اسلامیہ کی تکفیر جائز نہیں اور مسلمانوں کے جتقدر فرقے ہیں سب اہل قبلہ ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں جب تک کہ کفر کے واضح اسباب موجود نہوں اس رسالہ کا مطالعہ بتا دیگا کہ یہ کفر بازی جو آجکل عالمگیر ہے وہ فی الحقیقت کوئی معنی نہیں رکھتی - شیخ الاسلام دکن حضرت مولنا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی و حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب و مولنا حکیم منصور علی خاں صاحب مرحوم محدث نے اس رسالہ کو بہت پسند فرمایا ہے لکھائی چھپائی بھی دیدہ زیب ہے قیمت ۸

عقاید الامام یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی مشہور کتاب فقہ اکبر کا اردو ترجمہ یہ نرا ترجمہ نہیں ہے مترجم نے ایمان مفصل ملائکہ جبر و قدر خرق عادت - شفاعت جنت و دوزخ نزول عیسی وغیرہ لیکن عقاید اعتقادیات اسلام پر نہایت قابلیت

و سنجیدگی سے گفتگو کی ہے کتاب قابل دید ہے - قیمت ۴

چیلنج پر چیلنج دکن کی قادیانی جماعت نے مسلمانان عالم کو چیلنج دیا تھا کہ جو شخص مرزا قادیانی کے دعاوی کی تردید کرے گا اسکو دس ہزار روپیہ دیئے جائیں گے یہ اسکا جواب ہے قیمت ۲

وصیت الامام حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی وصیت نامہ کا ترجمہ ہے قیمت ۲

مالابد منہ للمرید شیخ اکبر کی مؤلفہ کتاب ہے جو مولانا نے اس کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے قیمت ۸/

فیضان صحبت حضرت مولانا زین العابدین صاحب نقشبندی کے ملفوظات قیمت ۶/-

زیارت قبور - زیارت قبور کے مسئلہ کا اثبات ہے ضمناً گنبد خانقاہ لوح قبر وغیرہ کے جواز پر روشنی ڈالی گئی ہے قیمت ۸/

مکتوبات جسمیں حضرت مولانا زین العابدین کے مکتوبات مولانا عابدی صاحب کے نام جسمیں [illegible] و مسائل تصوف پر لطیف اشارات ہیں قیمت ۶/

الوسیلہ اس میں مسئلہ وسیلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے ۶/

نظام العمل مجلس - مجلس سماع کے آداب ہیں ۱/